Spot CMYK#Waheed

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ .... رمضان کی آمد سے پہلے کیا کریں؟............................مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن.......... سورہ بقرہ (قسط۲)..مفتی محمد رضوان ۶

درسِ حدیث .... قطع رحمی کا وبال اور اس کا علاج ....مولانا محمد یونس ۱۳

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

ماہِ شعبان اور شبِ برأت...مفتی محمد رضوان ۱۹

ماہِ شعبان: پہلی صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں...........مولوی طارق محمود رمولوی سعید افضل ۲۴

زکوٰۃ کے اہم مسائل (قسط۱)..مفتی محمد رضوان ۲۸

سفرِ معراج کے عجائب وامثال (قسط۲)..مفتی منظور احمد ۳۲

حضرت نوح علیہ السلام (قسط۱)...مولانا محمد امجد ۳۵

صحابیٔ رسول حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (قسط۲)........................انیس احمد حنیف ۳۹

معاملات کی صفائی ....مولانا محمد انس ۴۲

توبہ واستغفار اور اس کا طریقہ..حافظ محمد ناصر ۴۵

معانقہ کے آداب (قسط۱)..مفتی محمد رضوان ۴۶

پریشان کُن خیالات ووساوس اور اُن کا علاج (قسط۳)..................................// // ۴۸

مکتوباتِ مسیح الامت (بنام حضرت نواب قیصر صاحب) (قسط۶)........ترتیب: مفتی محمد رضوان ۵۲

عام مدارس کے مروّجہ جلسوں کے مفاسد (قسط اول) (تعلیماتِ حکیم الامت کی روشنی میں)............// // ۵۵

علم کے مینار........... فارابی ربوعلی سینا ....مولانا محمد امجد ۵۸

تذکرۂ اولیاء:........ ''یوسفِ ثانی'' محمد بن سیرین رحمہ اللہ.................مولانا طارق محمود ۶۲

پیارے بچو! .... چڑیا گھر کے جانور..ابوریحان ۶۶

بزمِ خواتین .... مسلمانوں کا معاشرتی بگاڑ اور خواتین (قسط۲)..........مولانا محمد امجد ۶۸

آپ کے دینی مسائل کا حل.. دور دراز کے گُم نام مدرسوں کے سفیروں کو زکوٰۃ دینا..دارالافتاء ۷۳

کیا آپ جانتے ہیں؟ .... مفید معلومات، احکامات وتجزیات ....م۔ر۔ن ۷۶

حیرت کدہ .... بابل ونینوا سے بغداد تک (قسط اول)..................................مولانا محمد امجد ۷۸

طب وصحت .... سگریٹ نوشی (Smoking)...................................حکیم محمد فیضان ۸۱

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز...مولانا محمد امجد ۸۴

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں.........................ابوجویریہ ۸۶

Offering Salah with Shoes On(3)............ انتخاب: از احکامِ میت، انگریزی ۸۸

اداریہ

مفتی محمد رضوان

رمضان کی آمد سے پہلے کیا کریں؟

رمضان المبارک کا مہینہ تمام مہینوں کا سردار ہے، یہ وہ مہینہ ہے جس میں نہ صرف یہ کہ قرآن مجید نازل ہوا بلکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام آسمانی کتابیں اس بابرکت مہینے میں نازل کی گئیں، اس مہینہ میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر قرار دی گئی ہے اور اس رات کا نام ''لیلۃ القدر'' ہے، لیلۃ القدر کی فضیلت بیان کرنے کے لئے قرآن مجید میں مکمل ایک سورت نازل کی گئی ہے، جس کا نام سورہ قدر ہے۔

رمضان المبارک کا مہینہ لوگوں کے حق میں بخشش کا پروانہ حاصل کرنے، اپنے رب کو راضی کرنے اور اپنے گناہوں کو بخشوانے کا مہینہ ہے۔

یہ مہینہ ہے کہ جس میں روزے اس لئے فرض کئے گئے تاکہ لوگوں میں تقوے اور طہارت و پاکیزگی کی صفت پیدا ہو، اور پھر یہ صفت انسان کے لئے آنے والے گیارہ مہینوں کا توشہ اور ذخیرہ بنے۔

رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ ہر سال رحمتوں اور برکتوں کو لے کر لوگوں کے سروں پر سایہ فگن ہوتا ہے اور شروع ہو کر بڑی تیزی سے ختم ہو جاتا ہے محروم القسمت اور ناقدر لوگوں کے حق میں یہ مہینہ بدبختی کی مُہر ثابت ہوتا ہے تو خوش قسمت اور قدردان لوگوں کے حق میں مغفرت اور بخشش کی سند اور اس کا پروانہ۔

خوش قسمت لوگ رمضان المبارک کی آمد سے پہلے ہی اس مہینہ کا انتظار شروع کر دیتے ہیں، مگر قسمت کے ماروں اور کم نصیبوں کو جوں ہی معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کا مہینہ آرہا ہے تو ان کے پیروں تلے سے مٹی نکلنی شروع ہو جاتی ہے اور روزوں کی وجہ سے اپنی خواہشات اور تقاضوں پر پابندی کی فکر سوار ہو جاتی ہے۔

شعبان کا مہینہ دراصل رمضان کی تیاری کا مہینہ ہے، رمضان المبارک کا مہینہ گزرنے کے بعد ایک لمبا اور طویل عرصہ درمیان میں آ جانے کی وجہ سے رمضان کے روزوں سے پیدا شدہ تقوے اور طہارت اور ایمان کی حرارت میں جو کمی آ جاتی ہے، شعبان کا مہینہ اس تقوے اور حرارت میں حرکت پیدا کرنے کا زمانہ ہے، جس طرح لمبے وقت سے فارغ کھڑی ہوئی گاڑی کو چلانے سے پہلے اسٹارٹ کر کے کچھ دیر گرم کرنے اور انجن کو حرارت پہنچانے کی ضرورت ہوتی ہے، تاکہ اس حرارت کے بعد گاڑی کا مطلوبہ رفتار سے چلنا آسان

Idara Ghufran

ہواور یک لخت انجن پر زوراور دباؤ پڑنے کی وجہ سے پیش آنے والے نقصان اور سفر کی مشکلات سے بچنے کا انتظام اورانجن میں تحمل و برداشت کی قوت پیدا ہو،اسی طرح شعبان کا مہینہ رمضان المبارک کی نیکیوں اور تقوے وطہارت کے تحمل کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کرنے کے زمانہ کی حیثیت رکھتا ہے، جو شخص شعبان کے مہینے میں اپنے ایمان کی مشینری کو گناہوں سے بچنے کے ساتھ، نیک اعمال کے ذریعہ سے حرارت پہنچا کر گرم کر لیتا ہے، اس کو رمضان المبارک میں نیکی وتقوے کے بلند درجات کا سفر کرنے میں مشکلات پیش نہیں آتیں اوراس کے برعکس جو شخص اس مہینے میں رمضان کی تیاری نہیں کرتا اور گناہوں میں مبتلا رہتا ہے،اس کے حق میں یک لخت رمضان کا مہینہ شروع ہو جانے سے مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں۔

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ زندگی کے قیمتی لمحات کو غنیمت سمجھتے ہوئے رمضان المبارک کے لئے پہلے سے تیاریاں شروع کر دیں۔ اس سلسلہ میں چند اصولی ہدایات پر اپنے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے عمل کیجئے ✪ رمضان المبارک شروع ہونے سے پہلے ہی اس کے استقبال اور طلب کے لئے دل سے آمادہ ہو جایئے اور پورے ذوق وشوق کے ساتھ اس کے انتظار میں لگ جایئے ،اور رمضان المبارک وروزوں کے احکام کا علم حاصل کرنے اور پہلے علم میں تازگی پیدا کرنے کے لئے مطالعہ اور زبانی معلومات کا اہتمام کیجئے ✪ رمضان المبارک شروع ہونے سے پہلے ہی اس نعمت کے حاصل ہونے اوراس کی صحیح قدر وقیمت بجا لانے کی اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیجئے ✪ اپنے تمام گناہوں سے سچی توبہ کیجئے اور سچی توبہ کے لئے تین باتیں ضروری ہیں (۱) پہلی یہ کہ گزرے ہوئے گناہوں پر افسوس اور شرمندگی کا ہونا اور ساتھ ہی جن چیزوں کی قضاء ضروری ہے خواہ وہ اللہ کے حقوق ہوں (جیسے قضاء نمازیں، روزے، زکوٰۃ، حج، قربانی، صدقۂ فطر، قسم کا کفارہ جائز منت وغیرہ) ان کو حسبِ قدرت ادا کرنا اور خواہ بندوں کے حقوق ہوں (جیسے قرض و دَین، میراث، کسی بھی قسم کا دوسرے کا جانی و مالی نقصان اور ایذاء رسانی وغیرہ) ان کو ممکنہ حد تک ادا کرنے کی کوشش کرنا یا حقدار سے معافی حاصل کرنا (۲) دوسری یہ کہ توبہ کرتے وقت فوراً ان گناہوں کو چھوڑ دینا اوران سے الگ ہو جانا (۳) تیسری یہ کہ توبہ کرنے کے وقت آئندہ کے لئے ان گناہوں کو نہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لینا ✪ اگر خدانخواستہ نماز کی پابندی نہیں ،تو پانچوں وقت نماز کی پابندی کا اہتمام کیجئے ✪ ہر قسم کی بدعات ورسومات وغیرہ سے بچنے کی فکر کیجئے ✪ دنیاوی مشاغل اور مصروفیات کو کم کرنے کی کوشش کیجئے تاکہ رمضان کے سیزن میں زیادہ سے زیادہ وقت لگا کر آخرت کی خوب کمائی کی جا سکے۔

✪ ہو سکے تو شعبان کے مہینے میں اپنی حیثیت کے مطابق کچھ نفلی روزے بھی رکھیئے، مگر ۲۹/ یا ۳۰ شعبان کو روزہ رکھنے سے پرہیز کیجئے، اس سے پہلے پہلے جتنے اور جب چاہیں روزے رکھ سکتے ہیں بشرطیکہ ان کی وجہ سے رمضان کے فرض روزوں کے رکھنے میں کمزوری نہ پیدا ہو ✪ اگر پہلے سے تلاوت کا معمول نہیں تو قرآن مجید کی تلاوت کا معمول بنا لیجئے، اور اگر پہلے سے معمول ہے تو اس میں کچھ اضافہ کر لیجئے ✪ زبان، آنکھ، کان، ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء کی گناہوں سے حفاظت فرمایئے ✪ رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ شروع ہونے کے لئے ۲۹ شعبان ہی کی شام کو رمضان کا چاند دیکھنے کا اہتمام و کوشش کیجئے، کیونکہ یہ بھی عبادت ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ رمضان المبارک کا چاند نظر بھی آ جائے اور آپ کو خبر ہی نہ ہو اور اس طرح غافل لوگوں میں شمار نہ ہو جائیں ✪ جب رمضان المبارک کا چاند نظر آ جائے یا چاند نظر آنے کا فیصلہ ہو جائے تو سمجھ لیجئے کہ رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ شروع ہو گیا ہے اور انتظار کی گھڑیاں ختم ہو چکی ہیں اس پر جتنا بھی ہو سکے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے اور اس مہینہ کی قدر کرنے کی توفیق حاصل ہونے کی رب تعالیٰ کے حضور دعا کیجئے ✪ اور یاد رکھئے! کہ رمضان المبارک کا مہینہ چاند نظر آتے ہی رات ہی سے شروع ہو جاتا ہے، لہٰذا ۲۹ شعبان کو ہی آپ کی رمضان المبارک کے لئے بھرپور تیاری ہو جانی چاہئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ رمضان کا مہینہ شروع ہو جائے اور آپ کو خبر ہی نہ ہو اور اس طرح پہلے دن کی تراویح سے بھی محرومی ہو جائے ✪ پہلے سے تراویح اور قرآن مجید صحیح پڑھنے والے مخلص حافظِ قرآن کا انتخاب کر لیجئے جو حافظ نمازِ تراویح اور قرآن مجید بہت تیز پڑھتے ہیں اور نماز و قرأت کے اصولوں کا لحاظ نہیں کرتے اور انہیں مسائل کی بھی واقفیت نہیں ہوتی یا وہ کچھ ملنے اور حاصل ہونے کے لالچ میں تراویح میں قرآن مجید سناتے ہیں یا ان کی وضع قطع شریعت کے مطابق نہیں ہوتی ان کے پیچھے تراویح پڑھنے سے پرہیز کیجئے۔

بسلسلہ درسِ قرآن مفتی محمد رضوان

سورہ بقرہ (قسط ۲)

سورہ بقرہ کے مختصر فضائل وفوائد بیان کئے جا چکے ہیں، اب سورہ بقرہ کی آیات کی بالترتیب تفسیر وتشریح ملاحظہ فرمائیے۔

﴿ الٓمٓ ۞ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَارَیْبَ فِیْهِ . هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ۞ ﴾

ترجمہ : '' الٓمٓ '' یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شک (وشبہ) نہیں، راستہ بتلانے والی ہے (اللہ تعالیٰ سے) ڈرنے والوں کو''

﴿ **الٓمٓ** ﴾ اس کے معنیٰ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں۔

'' الٓمٓ '' اور اس جیسے دوسرے حروف جو قرآن مجید میں مختلف موقعوں پر تقریباً انتیس، ۲۹ سورتوں کے شروع میں آئے ہیں اور وہ یہ ہیں:

الٓمٓ ، الٓرٰ ، الٓمٓصٓ ، الٓمٓرٰ ، حٰمٓ ، حٰمٓعٓسٓقٓ ، کٓھٰیٰعٓصٓ ، طٰسٓ ،
طٰسٓمٓ ، طٰهٰ ، یٰسٓ ، صٓ ، قٓ ، نٓ .

ان میں **الٓمٓ** چھ مقامات پر آیا ہے۔ **الٓر** پانچ مقامات پر۔ **حٰمٓ** چھ مقامات پر۔ **طٰسٓمٓ** دو مقامات پر اور ان کے علاوہ باقی سب حروف ایک ایک مقام پر آئے ہیں۔

یہ ''حروفِ مقطعات'' کہلاتے ہیں، کیونکہ ان حرفوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملائے بغیر حروفِ تہجی کی طرح الگ الگ پڑھا جاتا ہے، اس لئے انہیں ''حروفِ مقطعات'' (جُدا جُدا حروف) کہا جاتا ہے، چنانچہ ''**الٓمٓ**'' کو اس طرح پڑھا جاتا ہے، الف، لام، میم، جس طرح چھوٹے بچے قاعدہ میں۔ اٰ، بٓ ، کی تختی میں ہر حرف کو الگ الگ پڑھتے ہیں، اسی طرح قرآن مجید کی سورتوں کے شروع میں آنے والے ان کلمات کو بھی پڑھا جاتا ہے۔

حروفِ مقطعات قرآن مجید کی جن جن سورتوں کے شروع میں آئے ہیں، ان سب کے بارے میں اکثر صحابۂ کرام، تابعینِ عظام اور مفسرینِ کرام کا آخری فیصلہ یہ ہے کہ یہ حروف دراصل اللہ تعالیٰ کے راز سے تعلق رکھتے ہیں اور اپنے ان رازوں کا صحیح علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضورﷺ کو بھی ان کے معنیٰ ومطلب سے آگاہ کر دیا گیا ہو، لیکن اس کی امت کو تبلیغ کرنے اور تعلیم دینے سے منع کر دیا گیا ہو۔ بہر حال حضور اکرمﷺ سے ان حروف کی تفسیر وتشریح میں کچھ منقول نہیں۔ اور جو بعض حضرات سے ان حروف کے بارے میں جو کچھ معانی ومطالب منقول ہیں، مثلاً یہ کہ یہ حروف ان سورتوں کے نام ہیں جن کے شروع میں یہ لائے گئے ہیں، یا ان میں سے ہر ہر حرف سے کسی چیز کی طرف اشارہ ہے وغیرہ وغیرہ ان کی حیثیت صرف عبرت ونصیحت، تسہیل وتمثیل اور نکتوں کی ہے، جو اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کے دلوں میں ڈال دیتے اور القاء فرما دیتے ہیں، لیکن ان کو ان حروف وکلمات کی حتمی وقطعی تفسیر کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔

حروفِ مقطعات کے نازل فرمانے اور سمجھے بغیر تلاوت کا فائدہ

یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب ان حروف کے معنیٰ ومطلب کا امت کو علم نہیں دیا گیا تو پھر ان کے نازل فرمانے اور قرآن مجید کا حصہ بنانے کی کیا ضرورت تھی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں کار فرما ہیں مثلاً (۱) ایک حکمت یہ ہے کہ بندوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کی تعلیمات وہدایات اور احکامات پر اسی طرح ایمان لانے کا حکم ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم ہو، لہٰذا جو بات سمجھ اور عقل میں آئے اس پر بھی ایمان لانا چاہئے اور جو نہ آئے اس پر بھی، لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ان کے معنیٰ ومطلب میں بحث وگفتگو نہ کریں اور ان کو اللہ تعالیٰ کے راز سمجھ کر ان کے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہونے پر ایمان لائیں، اور ان کی تلاوت کریں، ان کی تلاوت کرنے سے امید ہے کہ ان کے معنیٰ کے فوائد وبرکات بھی غیبی طور پر خود بخود ہمیں حاصل ہو جائیں گے (۲) دوسری حکمت یہ ہے کہ قرآن مجید کے معنیٰ ومطلب کو سمجھے بغیر بھی تلاوت کرنا فائدہ سے خالی نہیں، اور بہت سے مقامات ایسے ہیں جہاں ان پر صرف ایمان لانا ہی مقصود ومطلوب ہے۔

ایک حدیث میں حضورﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لَااَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ اَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيْمٌ حَرْفٌ (ترمذی ودارمی)

ترجمہ: جو شخص کتاب اللہ کا ایک حرف بھی پڑھتا ہے اس کو اس کے بدلے میں ایک

نیکی ملتی ہے اور ہر نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے (لہٰذا) میں یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے (بلکہ) الف ایک حرف، لام ایک حرف، اور میم ایک حرف ہے۔

اس حدیث میں حروفِ مقطعات (یعنی الٓمّٓ) پر بھی نیکیاں ملنے کا ذکر ہے جبکہ حروف مقطعات کے حقیقی معنی اللہ ہی کو معلوم ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید بغیر سمجھے پڑھنے اور سننے پر بھی ثواب ملتا ہے۔

آج کل بعض لوگ قرآنِ مجید کو دوسری کتابوں پر قیاس کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک کسی کتاب کے معنٰی نہ سمجھیں تو اس کے الفاظ طوطے کی طرح پڑھنا پڑھانا فضول اور وقت ضائع کرنا ہے، لیکن ان لوگوں کا یہ سمجھنا کسی طرح صحیح نہیں قرآنِ مجید کو دوسری کتابوں پر قیاس کرنا غلط ہے، کیونکہ قرآن الفاظ اور معنٰی دونوں کا نام ہے، جس طرح اس کے معانی کا سمجھنا اور اس کے دیئے ہوئے احکام پر عمل کرنا اعلٰی درجہ کی عبادت ہے اسی طرح اس کے الفاظ کی تلاوت بھی ایک مستقل عبادت اور عظیم ثواب ہے۔ اور قرآن مجید کے نازل ہونے کا فائدہ معنٰی ومطلب سمجھنے ہی میں منحصر اور خاص نہیں، رسول اللہ ﷺ کے اس دنیا میں تشریف لانے کے مقاصد اور آپ کی نبوت کے عہدہ اور رسالت کے منصبی فرائض میں قرآن مجید کی تلاوت بھی شامل ہے، جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیت ۲۹ کے ذیل میں انشاءاللہ تعالیٰ آئے گا۔

﴿ذٰلِکَ﴾ کے معنٰی ہیں ''وہ'' یہ لفظ کسی دور کی چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لئے بولا جاتا ہے جیسا کہ دور کے اشارہ کے مقابلہ میں عربی میں ''ھٰذا'' اور اردو میں ''یہ'' قریب کی چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لئے بولا جاتا ہے اور انگریزی زبان میں دِس (This) کا لفظ قریب کے اشارہ کے لئے اور ڈیٹ (That) کا لفظ دور کے اشارہ کے لئے آتا ہے۔

﴿الْکِتٰبُ﴾ کتاب کے معنٰی سب کو معلوم ہیں، اور یہاں کتاب سے مراد ''قرآن مجید'' ہے۔

﴿لَا﴾ اس حرف کے معنٰی ہیں ''نہیں''

﴿رَیْبَ﴾ کے معنٰی ہیں ''شک وشبہ''

ان تمام الفاظ کو ملا کر معنٰی ہوئے ''یہ کتاب ایسی ہے، جس میں کوئی شک وشبہ نہیں''

ایک شبہ کا جواب

یہاں بظاہر موقع قریب کے اشارہ کا تھا، کیونکہ جس کتاب ''قرآن مجید'' کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے وہ

لوگوں کے سامنے ہے، پھر دُور کا اشارہ کیوں لایا گیا؟

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ سورہ فاتحہ میں جس ''صراطِ مستقیم'' کی درخواست کی گئی تھی، یہ سارا قرآن مجید اس درخواست کا جواب ہے، اور گویا کہ سارا قرآن مجید اسی صراطِ مستقیم کی تشریح وتفصیل ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ہم نے تمہاری وہ درخواست جو تم نے ''اہدنا الصراط المستقیم'' کے ذریعہ پیش کی تھی سن لی اور قبول کرلی ہے، اور اس درخواست کے جواب میں قرآن مجید نازل کردیا جو ہدایت کا آفتاب ہے جو شخص ہدایت چاہتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اسے پڑھے، اسے سمجھے اور اس کے تقاضوں پر عمل کرے، خلاصہ یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کا آخری مضمون ہدایت طلب کرنا تھا اور پورا قرآن مجید اس کا جواب ہے کہ جو شخص صراط مستقیم چاہتا ہے وہ اسے قرآن مجید سے ملے گا۔ اس لئے سورہ فاتحہ کے بعد پہلی سورت سورہ بقرہ رکھی گئی اور اس کو ''ذلک الکتاب'' سے شروع کرکے یہ بتلایا گیا کہ جس ''صراط المستقیم'' کو تم ڈھونڈتے ہو وہ یہ کتاب ہے۔

اس کے علاوہ دُور کا اشارہ لانے میں یہ حکمت بھی ہے کہ یہ کتاب اپنی بے مثال جامعیت اور کمالات اور عجیب وغریب حقائق ومعارف اور باریکیوں وغیرہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بہت بلند اور اعلیٰ مقام رکھتی ہے، لہٰذا اس کے بلند وبالا اور اعلیٰ وارفع مقام کی طرف اشارہ کرنے کے لئے دور کے اشارہ کی ضرورت ہے۔

اور یہ بھی ممکن دُور کا اشارہ اس لئے لایا گیا ہو کہ حضور ﷺ کی آمد سے پہلے انبیاء علیہم السلام بھی اس کتاب (قرآن مجید) کی پیشین گوئی دیتے چلے آرہے تھے، تو ''ذلک'' دور کے اشارہ سے اس پیشین گوئی کی طرف اشارہ مقصود ہے، کہ وہ کتاب جس کی پہلے نبیوں نے پیشین گوئی کی تھی یہ کتاب ''قرآن مجید'' ہے۔

اور جو یہ فرمایا گیا کہ اس کتاب میں کوئی شک وشبہ نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کتاب میں شک وشبہ والی کوئی بات نہیں بلکہ یہ پوری طرح برحق اور ہر قسم کے شکوک وشبہات سے بالاتر ہے۔

کسی چیز میں شک وشبہ کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔

(۱)......ایک یہ کہ خود اس چیز میں ہی کوئی کمی وکوتاہی ہو جس کی وجہ سے شک وشبہ پیدا ہو جائے۔

(۲)......دوسرے یہ کہ وہ چیز اپنی ذات میں تو شک وشبہ سے بالاتر ہو اور اس میں کسی قسم کی کمی، کوتاہی نہ ہو لیکن دوسرے کی کم فہمی، کج فہمی یا بدفہمی کی وجہ سے اس میں شک وشبہ پیدا ہو رہا ہو۔

ظاہر ہے کہ دوسری صورت میں اس چیز کو شک وشبہ والی قرار نہیں دیا جاسکتا، اس لئے کافرین و باطلین کی طرف سے اگر چہ قرآن مجید کے متعلق ہزاروں شبہات پیش کئے جائیں تب بھی یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا کہ ''ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَارَیْبَ فِیْهِ '' گویا کہ قرآن مجید میں شک وشبہ کرنا اپنی عقل وفہم کے ٹیڑھا اور ناقص ہونے کی نشانی ہے۔ ورنہ جس کی فہم سلامت اور عقل درست ہو وہ کبھی بھی قرآن مجید کی طرف سے شک وشبہ اور کسی قسم کے وہم اور تردد میں مبتلا نہیں ہوسکتا، چنانچہ اسی کو دوسری جگہ اس طرح بیان فرمایا گیا ''وَلَایَرْتَابَ الَّذِیْنَ اُوْتُوالْکِتَابَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ'' (سورہ مدثر آیت ۳۱) جس کا مطلب یہ ہے کہ صحیح علم اور ایمان کی دولت رکھنے والے اس کتاب کے بارے میں شک وشبہ میں مبتلا نہیں ہوتے ،مگر یہ کہ علم یا ایمان کی کمی ہو۔

کم فہموں اور کج فہموں کو اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ اس طرح مخاطب فرمایا ''وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّانَزَّلْنَا''، یعنی اگر تمہیں (اپنی ناواقفیت اور بدفہمی وکج فہمی کی وجہ سے) قرآن مجید کے متعلق کوئی شک ہو (اگر چہ قرآن مجید اپنے واضح اور معجزانہ دلائل کی روشنی میں بذاتِ خود شک وشبہ کی چیز نہیں) تو سن لو '' فَاْتُوْابِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ'' تم (قرآن کی کسی چھوٹی سے چھوٹی) سورت کی طرح کی کوئی سورت بنا کر لے آ ؤ'' (سورہ بقرہ آیت ۲۳)

یہ خصوصیت بھی صرف قرآن مجید کو حاصل ہے کہ اس کے تمام مضامین عقل سلیم کے مطابق اور سب کے سب یقینی ہیں۔

﴿ هُدًی ﴾ اس کے معنی ہدایت کے ہیں، جس کی تفصیل سورہ فاتحہ میں گزر چکی ہے۔

﴿ لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴾ متقین جمع ہے ''متقی'' کی۔ لِّلْمُتَّقِیْنَ کے معنٰی ہوئے ''متقیوں کے لئے''۔

دونوں کو ملا کر ترجمہ ہوا ''ہدایت ہے ڈرنے والوں کے لئے''

اگر چہ قرآن مجید کی ہدایت نہ صرف انسانوں بلکہ پورے عالم کی کائنات کے لئے عام ہے، لیکن مخصوص ہدایت جو آخرت کی نجات کا ذریعہ ہے وہ متقین ہی کا حصہ ہے۔

سورہ فاتحہ کے ضمن میں ہدایت کے تین درجوں کا ذکر کیا جاچکا ہے، جن میں سے ایک درجہ تمام انسانوں، حیوانوں اور پوری کائنات کے لئے عام ہے اور دوسرا درجہ انسانوں اور جنات کے لئے خاص ہے اور تیسرا درجہ مؤمنین ومتقین کے ساتھ خاص ہے اور اس کے درجات کی کوئی حدوانتہاء نہیں۔

قرآن مجید میں کسی جگہ عام ہدایت کا ذکر آیا ہے اور کسی جگہ خاص ہدایت کا۔

یہاں ''**هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ**'' میں بھی خاص ہدایت مراد ہے، اس لئے یہاں ''متقین'' کی قید لگا کر ہدایت کا ذکر کیا گیا لیکن یہاں ''متقین'' کی قید لگانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن مجید غیر متقیوں کے لئے ہدایت نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید کا دوسروں کے لئے ہدایت ہونا بھی کئی موقعوں پر مذکور ہے، چنانچہ سورہ بقرہ ہی کی آیت ۱۸۵ میں قرآن مجید کے بارے میں فرمایا گیا ہے ''**هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ** '' جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید لوگوں کے لئے ہدایت اور حق و باطل میں امتیاز کے لئے سورج کی طرح روشن اور منور ہے، جس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی دعوتِ ہدایت عام ہے، لیکن اس سے وہی لوگ نفع اٹھاتے ہیں جو اپنی عقل اور فکر کو صحیح استعمال کرتے ہیں۔

تقویٰ کی حقیقت اور اس کے درجات

تقوے کے بھی مختلف درجات ہیں اور جس درجہ کا کسی انسان میں تقویٰ ہوتا ہے اسی درجہ کی اس کو ہدایت بھی حاصل ہوتی ہے۔ تقوے کے معنٰی لغت (Dictionary) میں بچنے، ڈرنے اور حفاظت کے آتے ہیں اور شریعت کی زبان میں ان چیزوں سے بچنے، ڈرنے اور اپنی حفاظت کرنے کا نام تقویٰ ہے جو چیزیں آخرت کے اعتبار سے نقصان دہ ہوں، خواہ وہ عقائد سے متعلق ہوں یا ظاہری اعمال سے متعلق یا پھر باطنی اخلاق سے متعلق، تو متقی کے معنٰی ہوئے ''اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور آخرت سے ڈرنے والا، آخرت کے عذاب سے اپنی حفاظت کرنے والا، اور اپنے آپ کو آخرت کے نقصان سے بچانے والا'' اور کیونکہ نقصان کے درجات مختلف ہوتے ہیں، اس لئے تقوے کے درجات بھی مختلف ہیں۔

(۱)......تقوے کا سب سے پہلا (اور ادنیٰ) درجہ یہ ہے کہ انسان کفر و شرک سے توبہ کر کے اسلام میں داخل ہو جائے اور اپنے آپ کو آخرت و دوزخ کے دائمی اور ہمیشہ والے عذاب کے نقصان سے بچا لے۔

(۲)......تقوے کا دوسرا (اور اوسط) درجہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو کبیرہ گناہوں کے کرنے اور صغیرہ گناہوں کی عادت اور ان پر جمے رہنے سے بچائے، کیونکہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب اور صغیرہ گناہوں پر اصرار آخرت کے اعتبار سے نقصان دہ ہے۔ شریعت کی زبان میں جب عام تقویٰ کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے عام طور پر یہی معنٰی مراد لئے جاتے ہیں، گویا کہ تقویٰ کا لفظ اس معنی اور اس درجہ کے لئے زیادہ استعمال ہوتا ہے۔

(۳)......تقوے کا تیسرا (اور اعلیٰ) درجہ یہ ہے کہ دل کو ہر اس چیز سے بچالیا اور محفوظ کرلیا جائے جو چیز اللہ تعالیٰ سے غافل کرتی ہو۔

تقویٰ کی فضیلت و اہمیت

تقویٰ ہی دراصل ہدایت کا مبدأ اور ہر قسم کی صلاح و فلاح کا سرچشمہ ہے، اسی لئے بے شمار انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی اپنی قوم کو بنیادی طور پر تقوے اور اطاعت کی تعلیم دی چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: ''اَنِ اعْبُدُوا اللہَ وَاتَّقُوْہُ وَاَطِیْعُوْنِ ○ یَغْفِرْ لَکُمْ مِنْ ذُنُوْبِکُمْ (سورہ نوح آیت ۳،۴) کہ تم اللہ کی عبادت (یعنی توحید اختیار) کرو اور اس سے ڈرو اور میرا کہا مانو تو وہ تمہارے گناہ معاف کردے گا۔ اور فرمایا: ''فَاتَّقُوا اللہَ وَاَطِیْعُوْنِ'' (سورہ شعراء آیت ۱۰۸) کہ تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

✹ حضرت ہود علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا: ''فَاتَّقُوا اللہَ وَاَطِیْعُوْنِ'' (سورہ شعراء آیت ۱۲۶ و ۱۳۱)

✹ حضرت صالح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا: ''فَاتَّقُوا اللہَ وَاَطِیْعُوْنِ'' (ایضاً آیت ۱۴۴ و ۱۵۰)

✹ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا: ''فَاتَّقُوا اللہَ وَاَطِیْعُوْنِ'' (سورہ زخرف آیت ۶۳)

✹ حضرت لوط علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا: ''فَاتَّقُوا اللہَ وَاَطِیْعُوْنِ'' (ایضاً آیت ۱۶۳)

✹ حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا: ''فَاتَّقُوا اللہَ وَ اَطِیْعُوْنِ'' (ایضاً آیت ۱۷۹)

✹ ان تمام آیات میں تقوے (اللہ سے ڈرنے) اور نبی کی اطاعت کا حکم ایک ساتھ ذکر کرکے اس طرف اشارہ کردیا گیا ہے کہ نبی کی اطاعت تقوے کے بغیر حاصل ہونا مشکل ہے اور یہ دولت اُسی کو حاصل ہوسکتی ہے جس کے دل میں تقویٰ ہو۔ آخرت کے سفر کے لئے تقوے کا توشہ اور تقوے کا لباس ہی کارآمد ہوسکتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

''وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی'' (سورہ بقرہ)

یعنی: سفر کے لئے توشہ لے لو اور سب سے بہتر توشہ تقویٰ ہے۔

جس طرح راستے کے سامان اور توشے کے بغیر مسافر کا دنیا میں سفر ناممکن ہے اسی طرح تقوے کے بغیر آخرت کا سفر ناممکن ہے۔

آگے متقین کی صفات ذکر کی گئی ہیں۔ (جاری ہے......)

درسِ حدیث مولانا محمد یونس

◆ احادیث مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

قطع رحمی کا وبال اوراس کا علاج

عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ لَایَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قطع رحمی کرنے والا (قانوناً بغیر سزا کے) جنت میں نہ جاسکے گا (بخاری ومسلم)

تشریح: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ رشتہ داروں کے حقوق ضائع کرنے والے اوران کے ساتھ بُرا سلوک کرنے والے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ وہ اس گناہ کی سزا بھگتے بغیر جنت میں نہیں جاسکے گا۔ یہ قانون کی بات ہے ورنہ تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے جس کا گناہ چاہیں معاف فرماسکتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا قانون اور ضابطہ یہی ہے کہ قطع رحمی کرنے والا اس گناہ کی سزا پائے بغیر جنت میں نہیں جاسکتا۔ قطع رحمی کرنا اتنا سخت گناہ ہے کہ اگر کسی شخص کے عقائد (توحید، رسالت، قیامت وغیرہ) اوراعمال (نماز، روزہ، زکوٰۃ حج وغیرہ) اوراخلاق (اخلاص، صبر شکر وغیرہ) سب درست ہیں اوراس وجہ سے وہ جنت میں جانے کا مستحق ہے لیکن اس میں یہ خرابی ہے کہ وہ رشتہ داروں کے حقوق ضائع کرتا ہے تو اس بدعملی کی وجہ سے جنت میں جانے سے اس وقت تک محروم رہے گا جب تک اس کی سزا نہ پالے گا، اورظاہر ہے کہ یہ بڑی حسرت کا مقام ہوگا کہ ایک شخص ہر لحاظ سے جنت میں جانے کا حقدار ہے اورصرف قطع رحمی کی وجہ سے جنت میں جانے کی بجائے جہنم میں جارہا ہے۔ صلۂ رحمی کی طرح قطع رحمی کا بھی کئی آیات اوراحادیث میں ذکر موجود ہے چنانچہ سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَاللہِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَآاَمَرَاللہُ بِهٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (بقرہ آیت ۲۷)

یعنی جو کہ توڑتے رہتے ہیں اس معاہدہ کو جو اللہ سے کر چکے تھے اس کے استحکام کے بعد (یعنی عہد ازل جس میں سب کی ارواح نے اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا اقرار کیا تھا) اور قطع کرتے رہتے ہیں ان تعلقات کو کہ حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو جوڑنے کا (اس میں تمام تعلقاتِ شرعیہ داخل ہیں خواہ وہ تعلقات ہوں جو بندہ اور خدا کے درمیان ہیں یا وہ جو اس کے اور اقرباء اور رشتہ داروں کے درمیان ہیں اور عام اہل اسلام کے درمیان ہیں اور جو عام انسانوں کے درمیان ہیں) اور فساد کرتے رہتے ہیں زمین میں (کفر و شرک خود بھی فساد ہے اور دوسروں پر ظلم اور ناحق شناسی جو کفر کے لوازم میں سے ہے وہ بھی اس فساد میں شامل ہے) بس یہ لوگ ہیں پورے خسارہ میں پڑنے والے (کہ دنیا کی راحت اور آخرت کی نعمت سب ہاتھ سے دے بیٹھے، کیونکہ حاسد کی دنیوی زندگی بھی ہمیشہ تلخ ہی رہتی ہے)

فائدہ: وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ سے معلوم ہوا کہ جن تعلقات کو قائم رکھنے کا شریعتِ اسلام نے حکم دیا ہے ان کا قائم رکھنا ضروری ہے اور قطع کرنا حرام ہے غور کیا جائے تو دین نام ہی ان حدود و قیود کا ہے، جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے لئے مقرر کی گئی ہیں اور اس عالم کا صلاح و فساد انہیں تعلقات کو درست رکھنے یا توڑنے پر موقوف ہے۔

سورۂ رعد میں اللہ تعالیٰ نے نافرمان اور سرکش لوگوں کی نشانیاں بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا ''وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ'' یعنی یہ لوگ ان تعلقات کو قطع کر دیتے ہیں جن کو قائم رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، ان تعلقات میں انسان کا وہ تعلق بھی شامل ہے جو اس کو اللہ جل شانہٗ اور اس کے رسول ﷺ سے ہے، اس تعلق کا قطع کرنا یہی ہے کہ ان کے احکام کی خلاف ورزی کی جائے اور رشتہ داری کے وہ تعلقات بھی اس میں شامل ہیں جن کو قائم رکھنے اور ان کے حقوق ادا کرنے کی قرآن کریم میں جابجا ہدایت کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والے ان حقوق و تعلقات کو بھی توڑ ڈالتے ہیں، مثلاً ماں، باپ، بھائی، بہن، پڑوسی اور دوسرے متعلقین کے جو حقوق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے انسان پر عائد کئے ہیں یہ لوگ ان کو ادا نہیں کرتے۔

اس آیت میں سورۂ بقرہ کی آیت کی طرح ترتیب وار تین بری خصلتیں یعنی اللہ کے عہد کو پختہ کرنے کے بعد توڑنے، شرعی تعلقات کو توڑنے اور زمین میں فساد مچانے کو بیان کرنے کے بعد آخر میں ان کی سزا یہ

بتلائی گئی ہے کہ ''اُولٰٓئِکَ لَھُمُ اللَّعْنَۃُ وَلَھُمْ سُوْءُ الدَّار '' یعنی ان کے لئے لعنت ہے اور برا ٹھکانہ ہے لعنت کے معنٰی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور اور محروم ہونے کے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس کی رحمت سے دور ہونا سب عذابوں سے بڑا عذاب اور ساری مصیبتوں سے بڑی مصیبت ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ وعدہ توڑنا اور رشتہ داروں سے تعلقات توڑنا لعنت اور جہنم کا سبب ہے، ان آیات کے علاوہ اور بھی بعض آیات میں قطع رحمی کی وعید کے بارے میں ذکر موجود ہے، نیز کئی احادیث میں قطع رحمی کی سخت مذمت کی گئی ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ دو گناہوں کے علاوہ کوئی گناہ ایسا نہیں ہے، جس کا وبال آخرت میں ذخیرہ رہنے کے باوجود دنیا میں اس کی سزا بہت جلد نہ بھگتنی پڑے، ان میں ایک ظلم ہے اور دوسرا گناہ قطع رحمی ہے (ترمذی، ابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ)

یعنی دو گناہ، ظلم اور قطع رحمی ایسے ہیں کہ آخرت میں تو ان پر جو کچھ وبال ہوگا وہ ہوگا ہی، لیکن آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی ان کی سزا بہت جلد ملتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اس قوم پر رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں کوئی قطع رحمی کرنے والا ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ صبح کی نماز کے بعد ایک جماعت میں تشریف فرما تھے۔ فرمانے لگے میں تم لوگوں کو قسم دیتا ہوں کہ اگر اس جماعت میں کوئی شخص قطع رحمی کرنے والا ہو تو وہ چلا جائے ہم لوگ اللہ تعالیٰ سے ایک دعا کرنا چاہتے ہیں اور آسمان کے دروازے قطع رحمی کرنے والے کے لئے بند ہو جاتے ہیں (ترغیب وترہیب) یعنی اس کی دعا آسمان پر نہیں جاتی اس سے پہلے ہی دروازہ بند کر دیا جاتا ہے اور جب اس کے ساتھ ہماری دعا ہوگی تو وہ دروازہ بند ہو جانے کی وجہ سے رہ جائے گی۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم عرفہ (یعنی نویں ذی الحجہ) کی شام کو حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حلقہ کے طور پر چاروں طرف بیٹھے تھے حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجمع میں کوئی شخص قطع رحمی کرنے والا ہو تو وہ اٹھ جائے ہمارے پاس نہ بیٹھے ساری جماعت میں سے صرف ایک صاحب اٹھے جو دور بیٹھے ہوئے تھے اور پھر تھوڑی دیر میں واپس آ کر بیٹھ گئے، حضور ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ میرے کہنے پر مجمع میں سے صرف تم اٹھے تھے اور پھر آ کر بیٹھ گئے یہ کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضور کا ارشاد سن کر میں اپنی خالہ کے پاس گیا تھا اس نے مجھ سے قطع تعلق کر رکھا تھا میرے جانے پر اس نے کہا کہ تو خلافِ عادت کیسے آ گیا؟ میں نے اس کے لئے دعائے مغفرت کی اور آپس میں صلح کر کے واپس حاضر ہو گیا، حضور ﷺ نے فرمایا: تم نے بہت اچھا کیا بیٹھ جاؤ

اس قوم پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں کوئی قطع رحمی کرنے والا ہو (کنز)

(بعض محدثین نے اس روایت کی سند پر کچھ کلام کیا ہے، فضائل صدقات حصہ اول ص ۲۰۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قطع رحمی اتنا سخت گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے اس کے پاس بیٹھنے والے بھی اللہ کی رحمت سے محروم ہوجاتے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ جو شخص اس میں مبتلا ہو وہ اس سے توبہ کرے اور صلہ رحمی کا اہتمام کرے۔

حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب شعبان کی پندرہویں رات ہوتی ہے تو موت کا فرشتہ ایک شعبان سے دوسرے شعبان تک مرنے والوں کا نام (اپنی فہرست سے) مٹا دیتا ہے اور کوئی شخص ظلم، کوئی تجارت اور کوئی عورتوں سے نکاح کررہا ہوتا ہے حالانکہ اس کا نام زندوں سے مُردوں کی طرف منتقل ہو چکا ہوتا ہے، شبِ قدر کے بعد کوئی رات اس رات سے افضل نہیں اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے مطابق) آسمانِ دنیا پر نزول فرما کر ہر ایک کی مغفرت فرما دیتے ہیں، سوائے مشرک، کینہ ور، قطع رحمی کرنے والے کے (کنز العمال، ابن شاہین، لطائف المعارف، عبدالرزاق)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پندرہویں شعبان کی فضیلت والی رات میں بھی جو بدقسمت اللہ تعالیٰ کی عام بخشش سے محروم رہ جاتے ہیں ان میں قطع رحمی کرنے والا بھی داخل ہے، ایسے شخص کو چاہئے کہ اپنے اس برے فعل سے جس قدر جلد ہو سکے توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کرے۔

قطع رحمی کا مفہوم

یہ ہے کہ انسان اپنے رشتہ داروں کے ضروری درجے کے حقوق ادا نہ کرے، مثلاً ملاقات ہونے پر ان سے سلام دعا نہ کرنا، ان کی خیر خیریت دریافت نہ کرنا، ان کے بیمار ہونے پر بلا عذر ان کی بیمار پرسی نہ کرنا، ان کے فوت ہونے پر کوئی عذر نہ ہوتے ہوئے ان کے جنازے میں شرکت نہ کرنا، زندہ رشتہ داروں سے بطور خود جا کر یا خط اور فون وغیرہ کسی بھی ذریعے سے شرعی طریقے پر تعزیت نہ کرنا، وغیرہ یہ سب درجہ بدرجہ قطع رحمی میں داخل ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ اپنے (مسلمان) بھائی کو تین رات سے زیادہ چھوڑے رکھے، ملاقات ہونے پر دونوں ایک دوسرے سے اعراض کریں (یعنی) یہ اِدھر منہ پھیر لے اور وہ اُدھر اور ان دونوں میں سے بہترین شخص وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے (بخاری و مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین دن سے زیادہ دو مسلمانوں کا آپس میں تعلق توڑے رکھنا جائز نہیں نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ دونوں میں سے سلام میں پہل کرنے والا قطع تعلقی کے گناہ سے بری ہوگا۔ایک اور حدیث میں ہے کہ کسی مومن کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی مومن کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے، اگر تین دن گزر گئے ہوں تو اسے اپنے اس بھائی کے پاس جا کر اس سے ملنا اور سلام کرنا چاہئے پھر اگر اس نے اس کے سلام کا جواب دے دیا تو دونوں اس جدائی اور قطع تعلقی ختم کرنے کے ثواب میں شریک ہو جائیں گے اور اگر اس نے جواب نہیں دیا تو گناہ اس پر ہوگا سلام کرنے والا اس قطع تعلقی کے گناہ سے بری ہو جائے گا (ابوداؤد)

یاد رکھئے! اگر کوئی رشتہ دار زیادتی کرتا ہو تو اس کے ساتھ بھی ایسی قطع تعلقی نہ کی جائے کہ بالکل اس سے سلام کلام ہی بند کر دیا جائے اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے غمی خوشی میں بھی نہ جایا جائے بلکہ جہاں تک اپنے بس میں ہو اس کے شرعی حقوق ادا کرتا رہے اس لئے کہ قطع تعلقی کرنے والے رشتہ دار کے حقوق ادا نہ کرنا بھی قطع رحمی میں داخل ہے شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ جو قطع رحمی کرے اس کے ساتھ بھی صلہ رحمی کی جائے حدیث شریف میں ہے ''صِلْ مَنْ قَطَعَکَ ''(مسند احمد ج۴ ص۱۵۸)

یعنی جو شخص تم سے رشتہ توڑے اور رشتہ داری کے حقوق ادا نہ کرے تم اس کے ساتھ بھی صلہ رحمی کرو اور اس کے رشتہ کے حقوق بھی ادا کرو اور یہی بات دراصل قطع رحمی کے گناہ سے بچنے کا راستہ ہے۔

معاشرتی تعلقات کے اعتبار سے اسلامی تعلیمات کا اصل رخ یہ ہے کہ ہر انسان دل میں اپنے ذمے دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی فکر پیدا کرے قطع نظر اس سے کہ دوسرے اس کے حقوق ادا کر رہے ہیں یا نہیں۔مثلاً شوہر یہ دیکھے کہ وہ بیوی کے شرعی حقوق پوری طرح ادا کر رہا ہے یا نہیں قطع نظر اس سے کہ اس کے حقوق بیوی پورے کر رہی ہے یا نہیں۔اسی طرح بیوی کو یہ دیکھنا چاہئے کہ شوہر کے جو حقوق اس کے ذمے لازم ہیں کیا وہ ان کو پورا کر رہی ہے؟ اس کو نہ دیکھے کہ شوہر بھی اس کے حقوق ادا کرتا ہے یا نہیں۔اسی پر دوسرے رشتوں (والدین، اولاد، بہن بھائی، ساس بہو، نند بھاوج اور دیگر) کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔

غرضیکہ دوطرفہ معاشرتی تعلقات کو برقرار رکھنے کا اصل طریقہ یہی ہے کہ ہر شخص اپنی ذمہ داری محسوس کر کے اسے ٹھیک ٹھیک ادا کرے۔

آج کل معاشرے میں آپس کے تعلقات کی خرابی کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ اپنے حقوق کے بارے میں بہت حساس ہیں کوئی دوسرا ہماری ذرا سی بھی حق تلفی کرے تو ہمیں فوراً اس کا احساس ہو جاتا ہے

لیکن دوسروں کی بڑی بڑی حق تلفیوں کی طرف ہماری توجہ ہی نہیں جاتی۔ حالانکہ ہماری شرعی ذمہ داری دوسروں کے حقوق ادا کرنا ہے اپنے حقوق وصول کرنا نہیں ہے۔

اوراسی کالازمی نتیجہ قطع رحمی کی صورت میں نکلتا ہے اس معاشرتی بگاڑ کا علاج حضور نبی کریم ﷺ کے ایک مختصر ارشاد میں موجود ہے بشرطیکہ ہم اس پر عمل کے لئے تیار ہوجائیں۔

ارشاد ہے: ''اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور اپنے بھائی کے لئے بھی اس بات کو برا سمجھو جسے اپنے لئے برا سمجھتے ہو''

اس حدیث پاک سے ہمیں یہ سنہرا اصول معلوم ہوا کہ جب بھی کسی دوسرے شخص سے کوئی معاملہ کرنے کی نوبت آئے تو پہلے اپنے آپ کو اس دوسرے شخص کی جگہ کھڑا کر کے دیکھ لیا جائے کہ اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو کس قسم کے معاملے کی توقع کرتا؟ کونسی بات میرے لئے ناگواری کا باعث بنتی اور کس بات سے مجھے اطمینان ہوتا؟ بس اس دوسرے شخص کے ساتھ وہی برتاؤ کرو جو اس وقت تمہارے لئے موجب اطمینان ہوسکتا تھا اور ہر اس بات سے پرہیز کرو جو تمہیں ناگوار ہوسکتی تھی۔ باپ، بیٹا، ماں بیٹی، ساس بہو، نند بھاوج، ماموں بھانجا، خالہ بھانجی، چچا بھتیجا وغیرہ تمام افراد کو اس اصول کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔

خلاصہ یہ کہ اس مرض کا اصل علاج یہ ہے کہ دلوں میں دوسروں کے حقوق ادا کرنے کا احساس پیدا کرلیا جائے اور اپنی حق تلفیوں پر درگزر کرنے کا جذبہ پیدا کرلیا جائے تو انشاءاللہ قطع رحمی کے گناہ سے بچنا آسان ہوجائے گا۔فقط والله الموفق۔

رائے گرامی حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب

مکرم بندہ مفتی صاحب زِیۡدَتۡ عِلۡمُھُمۡ وَتَقۡوٰھُمۡ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ....

''التبلیغ'' کا ماہنامہ پابندی سے موصول ہورہا ہے الحمدللہ حضرت والا (حکیم الامت تھانوی) قدس سرہٗ، نور اللہ مرقدہٗ کے طریق کی صحیح ترجمانی کا علمبردار ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدۡفَزِدۡ

دعاگو: احقر بندہ محمد عشرت علی قیصر عفی عنہ۔ اواخرِ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

مقالات و مضامین

مفتی محمد رضوان

ماہِ شعبان اور شبِ برأت

ماہِ شعبان اسلامی سال کا آٹھواں مہینہ ہے، اس مہینے کے اختتام پر رمضان المبارک کے بابرکت مہینے کا آغاز ہوتا ہے، رمضان المبارک کے مہینے کے فضائل تو اپنی جگہ ایک عالی شان مقام رکھتے ہیں، لیکن شعبان کے مہینہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایک خاص فضیلت و عظمت بخشی ہے، اسی لئے اس مہینے کو ''معظم'' کہا جاتا ہے، چنانچہ اس مہینے کا پورا نام ''شعبان المعظم'' ہے، معظم کے معنی سب کو معلوم ہیں، یعنی عظمت والی چیز۔ شعبان کا معظم مہینہ ایک طرح سے رمضان المبارک کے بابرکت مہینہ کی تمہید ہے، اور ہر چیز کی تمہید اس چیز کی شان کے مطابق ہوا کرتی ہے، اس لئے رمضان المبارک کی تمہید بھی مبارک و معظم کہلائی جانے کی مستحق ہے۔

رجب اور شعبان کے مہینے میں حضور ﷺ نے برکت کی دعا فرمائی ہے (مشکوٰۃ ص ۱۲۱)

اور برکت سے مراد عبادت و اطاعت میں برکت ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ بندوں کو ان اوقات میں زیادہ سے زیادہ عبادت و اطاعت کی شکل میں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچنے کی صورت میں برکت حاصل ہو، تاکہ اس عبادت و اطاعت کے برکات و ثمرات کے نتیجہ میں رمضان المبارک کے آنے والے مہینے کی صحیح قدردانی کی سعادت نصیب ہوسکے، ظاہر ہے کہ جو بندہ رجب اور شعبان کے مہینوں میں عبادت و اطاعت کر کے اور گناہوں سے اپنے آپ کو بچا کر برکت کا ذخیرہ جمع نہیں کر سکے گا اسے رمضان المبارک کی سعادتیں، برکتیں و رحمتیں حاصل کرنا مشکل ہوگا۔

اس لئے ضرورت ہے کہ رجب و شعبان کے مہینوں میں عبادت و ریاضت کر کے رمضان المبارک کی تیاری کی جائے اور اپنے آپ کو رمضان المبارک کی سعادتوں سے محروم رہنے والوں کی فہرست سے بچانے کی کوشش کی جائے۔

ماہِ شعبان کی عبادت

لیکن شعبان کے مہینے کی کوئی خاص عبادت، اس کا کوئی خاص اور نرالا طریقہ شریعت کی طرف سے مقرر نہیں

Idara Ghufran

اس لئے ہر شخص اپنی صوابدید اور سہولت کے مطابق نماز، روزے، ذکر و تلاوت اور توبہ و استغفار کی شکل میں عبادت کرکے جس طرح چاہے برکات حاصل کرسکتا ہے، لہٰذا جو لوگ شعبان کے مہینے سے متعلق عبادت کے خاص رنگ وڈھنگ گھڑ کر لوگوں کو ان کی طرف متوجہ کرتے ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں۔

شعبان کی پندرھویں رات

البتہ شعبان کی پندرھویں رات کے کچھ خاص فضائل احادیث و روایات میں بیان کئے گئے ہیں مثلاً یہ کہ

☼ اس رات میں اللہ تعالیٰ خصوصی رحمت نازل فرماتے ہیں اور مغفرت طلب کرنے والوں پر رحم فرماتے ہیں (کمافی روایۃ البیہقی)

☼ اللہ تعالیٰ اس رات میں آسمانِ دنیا کی طرف اپنی شان کے مطابق نزول فرماتے ہیں (کمافی روایۃ شعب الایمان)

☼ اس رات میں اللہ تعالیٰ بے شمار لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں (طبرانی، مسند احمد، مجمع الزوائد، بزار، مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ)

☼ بعض روایات میں ہے کہ اس رات میں پورے سال میں پیدا ہونے اور فوت ہونے والوں کی فہرست طے ہوجاتی ہے (بیہقی، مصنف عبدالرزاق، ابن کثیر وغیرہ)

☼ اس رات میں کی جانے والی دعا رد نہیں کی جاتی (بیہقی، عبدالرزاق)

☼ اس رات میں عبادت کرنے والے کے حق میں جنت کی بشارت ہے (ترغیب وترہیب وغیرہ)

لیکن ساتھ ہی مذکورہ بعض روایات میں اس رات کی فضیلت سے محروم رہنے والوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے مثلاً شرک میں مبتلا شخص، کینہ رکھنے والا، ناحق قتل کرنے والا، بدکار عورت، قطع رحمی کرنے والا، ٹخنوں سے نیچے پائجامہ وغیرہ لٹکانے والا مرد، والدین کا نافرمان، شراب خوری کا عادی۔

اگرچہ مذکورہ روایات کی سند میں ضعف ہے لیکن ان روایات کے مجموعہ سے اس رات کی فضیلت کے ثبوت میں شبہ نہیں۔

شعبان کی پندرھویں رات کو شبِ برأت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، کیونکہ اس رات میں بعض روایات کے مطابق بے شمار لوگوں کو جہنم سے بَری کیا جاتا ہے۔

اس لئے شعبان کے پورے مہینے میں اور خاص کر اس مہینہ کی پندرہویں رات کو گناہوں سے بچنے کے ساتھ جس قدر ہوسکے عبادت کرنی چاہئے۔

شعبان کی پندرہویں رات کے بعض منکرات

مگر اس رات کی عبادت چونکہ فرض یا واجب عمل نہیں بلکہ ایک مستحب عمل ہے اس لئے اس میں غلو اور حد سے تجاوز کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے، جیسا کہ بعض لوگ ساری رات جاگ کر فجر کی نماز قضا کر دیتے ہیں یا پھر رات کو جاگنے کی وجہ سے دن میں اپنے فرائضِ منصبی میں کوتاہی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

✪ اسی طرح اس رات کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے ساری رات جاگنا ضروری نہیں، بلکہ بآسانی جتنی ہوسکے عبادت کر لینی چاہئے، اور زیادہ نہ ہوسکے تو کم از کم عشاء اور فجر کی نماز اپنے وقت پر باجماعت پڑھ لی جائے اور بس، اس سے بھی امید ہے کہ محرومی نہ ہوگی، مگر شرط یہ ہے کہ عشاء کی نماز پڑھ کر پھر کسی فضول اور گناہ کے کام میں مشغول نہ ہوا جائے (مثلاً ٹی وی، فضول گوئی وغیرہ)

✪ بعض لوگ اس رات میں مساجد کے اندر جمع ہو کر عبادت کرتے ہیں، بعض جگہ اس رات میں جلسے ہوتے ہیں اور رات بھر مسجد کا اسپیکر چلا کر نعت خوانی اور بیان کا سلسلہ جاری رہتا ہے، یہ چیزیں بھی حضور ﷺ کی سنت، صحابہ اور سلفِ صالحین بزرگوں سے ثابت نہیں، اس رات کی عبادت تنہائی اور خلوت چاہتی ہے، لہٰذا مساجد وغیرہ میں جمع ہونے کے بجائے ہر شخص کو اپنے مقام پر رہ کر عبادت کرنی چاہئے۔ شور و شغب ڈال کر خواہ مخواہ دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے اس رات کی فضیلت سے محرومی کے ساتھ وبال کا بھی اندیشہ ہے، جہاں تک اس رات کے فضائل سننے سنانے کا تعلق ہے تو یہ کام کسی اور وقت میں بھی ہوسکتا ہے۔

✪ پھر یہ رات صرف جاگنے کی رات نہیں بلکہ عبادت کی رات ہے، بعض اوقات جاگنا عبادت نہیں ہوتا، اور اس کے برعکس بعض اوقات سونا بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے، بعض لوگوں نے اس رات میں کسی نہ کسی طرح جاگ لینے کو ضروری سمجھ لیا ہے، چاہے جاگ کر عبادت کے بجائے فضولیات اور گناہوں میں ہی کیوں نہ مبتلا ہوجائیں، چنانچہ جاگ کر فضول باتیں کرنے، اور ہوٹلوں وغیرہ میں گھوم پھر کر اور کھا پی کر رات کا بڑا حصہ گزار دینے سے اس رات کا حق ادا کرنا سمجھا جاتا ہے یہ شیطان کا فریب ہے۔

آتش بازی اور چراغاں

بعض لوگوں میں آتش بازی اور چراغاں بھی شبِ برأت کی لازمی رسم بن گئی ہے، شعبان کا مہینہ شروع ہوتے ہی آتش بازی اور پٹاخے بجنا شروع ہو جاتے ہیں، بے شمار حادثے ہر سال اس کے نتیجہ میں رونما ہوتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بے جا تکلیف پہونچتی ہے، آتش بازی تو اسلام میں ویسے ہی جائز نہیں اور پھر اس بابرکت مہینے اور بابرکت رات کی طرف کسی گناہ کی نسبت جوڑنا اور پھر اس گناہ کو عبادت سمجھنا یہ سب ایسی چیزیں ہیں کہ جو انسان کے ایمان کے لئے بہت خطرناک ہیں، اور جب ان چیزوں سے ثواب کے بجائے گناہ ہوتا ہے تو گناہگاروں کو تو اس رات کی فضیلت سے ویسے ہی محروم کر دیا جاتا ہے، پھر آتش بازی کرنے والے کیسے خوش فہمی میں مبتلا رہ سکتے ہیں۔

اسی طرح چراغاں کی رسم کا بھی اسلام میں کوئی ثبوت اور ثواب نہیں، یہ سراسر اسراف اور بجلی کا ضیاع اور غیر مسلم قوموں کا طریقہ ہے، اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو چراغاں کی رسم سے محفوظ فرما کر اپنے دل کو عبادت واطاعت کے نور اور حضور ﷺ کی سنت کی روشنی سے مزین فرمائیں۔

بعض کم علم لوگوں کا یہ نظریہ ہے کہ اس رات میں مُردوں کی روحیں بھٹکتی پھرتی ہیں یا اپنے اپنے گھروں میں آتی ہیں اور گھروں کے کونوں کھدروں میں کھڑے ہو کر اپنے لئے ثواب طلب کرتی ہیں یا یہ کہ پہلی مرتبہ شعبان کی پندرہویں تاریخ کے آنے سے پہلے پہلے مُردوں کی روحیں دنیا ہی میں چکر کاٹتی پھرتی رہتی ہیں وغیرہ وغیرہ، اس قسم کے خیالات بھی توہمات سے تعلق رکھتے ہیں، جس سے اسلام نے سختی کے ساتھ منع کیا ہے، اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ مُردہ کی روح مرتے ہی پر عالمِ برزخ میں اپنے مقام پر پہنچ جاتی ہے اور دنیا میں بھٹکتی نہیں پھرتی۔

بعض لوگ اس رات میں فوت شدہ شخص کے گھر میں جاتے ہیں اور وہاں جا کر فاتحہ درود اور دعا وغیرہ پڑھتے ہیں، یہ طریقہ بھی خودساختہ اور منگھڑت ہے، جس سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے۔

قبرستان جانا

اس رات میں قبرستان جانا بھی کوئی ضروری عمل نہیں، البتہ ایک روایت میں حضور ﷺ کا اس رات میں ایک مرتبہ قبرستان جا کر مُردوں کے لئے بخشش ومغفرت کی دعا کرنے کا ذکر ہے (ترمذی)

لیکن اولاً تو حضور ﷺ کا یہ مستقل اور دائمی عمل نہیں، پوری زندگی میں شعبان کی پندرہویں رات میں صرف ایک مرتبہ جانے کا ذکر ہے، اور دوسری روایات میں پورے سال کثرت سے حضور ﷺ کے قبرستان جانے کا ذکر ملتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ جانا بھی مُردوں کی بخشش و مغفرت کی دعا کے لئے تھا، اور یہ دعا اپنے مقام پر رہ کر بھی کی جا سکتی ہے، اور اگر کوئی حضور ﷺ کے اس عمل کی اتباع کرنا چاہے تو پوری زندگی میں کبھی بھی ایک مرتبہ اس رات میں قبرستان چلا گیا تو انشاء اللہ تعالیٰ اتباع ہو جائے گی۔

پندرہ شعبان کا دن

پندرہ شعبان کے دن کے حوالے سے کوئی خاص عمل شریعت سے ثابت نہیں البتہ ایک روایت میں اس دن روزہ رکھنے کا ذکر ملتا ہے (ابن ماجہ، بیہقی)

اس وجہ سے بعض حضرات نے پندرہ شعبان کے دن کا روزہ رکھنے کو مستحب فرمایا ہے، لہٰذا صرف مستحب سمجھ کر پندرہ شعبان کا روزہ رکھنے کی اجازت ہوگی، بشرطیکہ اس کو ضروری عمل نہ سمجھا جائے۔

پندرہ شعبان کے دن حلوا وغیرہ

آج کل پندرہ شعبان کو بعض لوگوں میں حلوا پکانے اور کھانے کا بہت رواج ہے اور اس کے لئے کچھ روایات بھی گھڑ لی گئی ہیں، مگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس دن حلوا پکانے کا شریعت سے کوئی ثبوت نہیں ملتا، اس لئے اس دن حلوا وغیرہ پکانے کو ثواب سمجھنا یا بغیر ثواب سمجھے اس رسم میں شریک ہونا گناہ ہے۔

اس دن کھانا پکا کر لوگوں کو کھلانے کا بھی کوئی ثبوت نہیں۔ غریبوں کا تعاون دوسرے دنوں میں کیا جا سکتا ہے (تفصیلی دلائل اور معلومات کے لئے ملاحظہ ہو ''شعبان و شب برأت کے فضائل و احکام'' مطبوعہ ادارہ غفران راولپنڈی)

عذاب قبر سے حفاظت کے لئے

جو انسان پوری ''سورہ ملک'' (پارہ ۲۹) کو روزانہ پڑھنے کا معمول بنا لے گا، وہ انشاء اللہ تعالیٰ قبر کے عذاب سے محفوظ رہے گا (اعمال قرآنی ص ۲۰)

بسلسلہ : تاریخی معلومات مولوی طارق محمود / مولوی سعید افضل

ماہِ شعبان: پہلی صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں

☐...... **ماہِ شعبان ۲ھ** میں رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے، اس سے پہلے حضور ﷺ عاشوراء یعنی دس محرم اور ہر مہینے میں تین دن روزے رکھا کرتے تھے (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۱۴۴، البدایہ والنہایہ ج ۴ فی فریضۃ شہر رمضان سنۃ ثنتین قبل وقعۃ بدر)

☐...... **ماہِ شعبان ۳ھ** میں حضور ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا (عہد نبوت کے ماہ وسال از علامہ مخدوم ہاشم سندھی رحمہ اللہ) آپ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کی بیٹی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی سگی بہن ہیں، ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کی تعریف میں حضور ﷺ سے عرض کیا ''اِنَّھَا صَوَّامَۃٌ قَوَّامَۃٌ'' یعنی یہ بہت روزے رکھنے والی اور عبادت گذار ہیں'' (الاصابہ لابن حجر ج ۷، کتاب النساء حرف الحاء المھملہ)

☐...... **ماہِ شعبان ۴ھ** میں غزوۂ بدر صغریٰ پیش آیا، جسے بدرِ میعاد بھی کہتے ہیں ۳ھ میں غزوۂ احد کے موقع پر کافروں نے زبردست شکست کھائی تھی، اس وقت ابوسفیان نے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ سال ''بدر'' کے مقام پر پھر مقابلہ ہوگا، چنانچہ حضور ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ اگلے سال اس سے مقابلہ کے لئے نکلے، ابوسفیان بھی مکہ سے کچھ دور تک مقابلے کے لئے نکلا، مگر میدان میں مقابلہ سے پہلے ہی ڈر کر بھاگ گیا، تو آپ ﷺ بھی واپس تشریف لے آئے (البدایہ والنہایہ ج ۴ غزوہ بدر الآخرۃ، سیرت ابن ہشام غزوہ بدر الآخرۃ فی شعبان سنۃ اربع)

☐...... **ماہِ شعبان ۵ھ** میں غزوۂ بنی مصطلق پیش آیا (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۷۵) حضور ﷺ سات سو صحابہ کرام کے ساتھ کفار سے مقابلہ کے لئے نکلے، ۷۰۰ صحابہ کرام اور ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما بھی آپ کے ساتھ تھیں، اس جنگ میں کفار کو شکست ہوئی ۱۰ کفار قتل اور ۷۰۰ قید ہوئے، اور صحابہ کرام میں صرف ایک صحابی شہید ہوئے (البدایہ والنہایہ ج ۴، غزوہ بنی مصطلق من خزاعۃ، سیرت ابن ہشام غزوہ بنی مصطلق فی وقتہا)

☐...... **ماہِ شعبان ۶ھ** میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی امارت میں سریہ دومۃ الجندل

پیش آیا (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۹۵) روانگی سے سے پہلے حضور ﷺ نے ان کو اپنے سامنے بٹھایا اور اپنے دست مبارک سے انکے سر پر عمامہ باندھ کر ان کو ہدایات دیں، انہوں نے قتال سے پہلے کفار کو اسلام کی دعوت دی، تو اکثر کفار نے اسلام قبول کرلیا، اور باقیوں نے جزیہ دینا قبول کرلیا، اسلئے اس موقع پر جنگ کی نوبت نہیں آئی (غزوات النبی ﷺ لبرھان الدین حلبی رحمہ اللہ ص ۷۹۴) لیکن ''البدایہ والنہایہ'' جلد ۴ میں ''غَزَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ'' کے الفاظ کے ساتھ غزوہ دومۃ الجندل کا ربیع الاول کے مہینے میں واقع ہونا مذکور ہے۔

□...... **ماہِ شعبان ۶ھ** میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ۱۰۰ صحابہ کا لشکر بنو سعد کی طرف بھیجا گیا (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۹۶) اس میں مسلمانوں کو فتح ہوئی، ۵۰۰ اونٹ، ۲۰۰۰ بکریاں مال غنیمت میں حاصل ہوئیں (غزوات النبی ﷺ ص ۷۹۶)

□...... **ماہِ شعبان ۷ھ** میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ۳۰ صحابہ کا ایک لشکر ''تربہ'' مقام کی طرف بھیجا گیا، اس سریہ میں کفار بلا مقابلہ ہی بھاگ گئے (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۱۰۰، البدایہ والنہایہ ج ۴ سریہ عمر بن الخطاب الی تربۃ وراء مکۃ باربعۃ امیال)

□...... **ماہِ شعبان ۷ھ** میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں سریہ بنو کلاب پیش آیا (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۱۰۰) جس میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اور مسلمان محفوظ رہے، کفار کے چند افراد قتل اور چند قید ہوئے (غزوات النبی ﷺ ص ۸۰۵)

□...... **ماہِ شعبان ۷ھ** میں حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ۳۰ سواروں کا ایک لشکر بنو مرہ کی طرف بھیجا گیا (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۱۰۱، تقویم تاریخی ص ۲۴) اس سریہ میں ان کے علاوہ تمام رفقاء شہید ہوگئے تھے، اور آپ خود زخمی حالت میں حضور ﷺ کی خدمت میں تشریف لائے، آپ ﷺ نے اگلے سال دوبارہ لشکر بھیجا جس میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور مالِ غنیمت بھی حاصل ہوا (البدایہ والنہایہ ج ۴، سریۃ اخری مع بشیر بن سعد، غزوات النبی ﷺ ص ۸۰۵)

□...... **ماہِ شعبان ۹ھ** میں حضور ﷺ کی تیسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا، آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں، حضور ﷺ کی بعثت سے قبل آپ کی نسبت ابولہب کے بیٹے عتبہ سے طے تھی، لیکن رخصتی سے پہلے ہی اس نے طلاق دے دی تھی، آپ کی بڑی بہن حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، ان کی وفات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

Iqra Ghufran

سے آپ کا نکاح ہوا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں سات سال رہ کر انتقال فرمایا، آپ ﷺ نے خود ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی، ان کی کوئی اولاد نہ تھی (الاصابہ، ج ۸ حرف الکاف، سیر الصحابیات ص ۱۰۰، البدایہ والنہایہ ج ۵، فصل موت النجاشی سنۃ تسع وموت ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ)

□...... **ماہِ شعبان ۱۰ھ** میں مشہور سخی حاتم طائی کے بیٹے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۳۲۶) قبل ازیں مسلمانوں سے چھپ کر شام چلے گئے تھے، پھر اپنی بہن شفانہ بنت حاتم کی دعوت پر واپس آئے اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا (البدایہ والنہایہ ج ۵ قصۃ عدی بن حاتم)

□...... **ماہِ شعبان ۱۰ھ** میں یمن کے قبیلہ خولان کے دس افراد نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۳۲۹) ان کے ہاں عم انس نامی بت تھا، انہوں نے اپنے اموال کا ایک حصہ اپنے لئے اور ایک اپنے بت کے لئے مقرر کر رکھا تھا، چنانچہ حضور ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ واپس جا کر اس بت کو توڑ دیں، وہ واپس گئے اور اس بت کو توڑ دیا اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل شروع کر دی (البدایہ والنہایہ ج ۵، وفد خولان)

□...... **ماہِ شعبان ۱۱ھ** میں جنت کی عورتوں کی سردار اور حضور ﷺ کی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا، آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے آپ ﷺ کی چوتھی اور آخری بیٹی تھیں، حضور ﷺ کو آپ سے بہت زیادہ محبت تھی، آپ ﷺ کی رحلت کے بعد اہل بیت میں سے سب سے پہلے وفات پانے والیں آپ ہی ہیں، آپ کی پاکیزگی، تقویٰ اور مجاہدہ محتاجِ بیان نہیں بس اتنا ہی کافی ہے ؎

یہ ماجرائے دخترِ خیر الانام تھا   یوں کی ہے بسر اہل بیت مطہر نے زندگی

□...... **ماہِ شعبان ۱۱ھ** میں مسیلمہ کذاب قتل ہوا (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۳۴۱) اس شخص نے حضور ﷺ کی زندگی میں ہی نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر اس کے مقابلے کے لئے بھیجا، بڑی گھمسان کی جنگ ہوئی، کفار بیس ہزار قتل ہوئے اور مسلمان چھ سو شہید ہوئے، مسیلمہ کذاب بھی اسی جنگ میں حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ کے نیزے سے زخمی ہوا اور حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا قتل کے وقت مسیلمہ کذاب کی عمر ۱۵۰ سال تھی (البدایہ والنہایہ ج ۶، مقتل مسیلمہ الکذاب لعنۃ اللہ)

□...... **ماہِ شعبان ۵۰ھ** میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص۱۳) طائف کے مشہور قبیلہ بنو ثقیف سے آپ کا تعلق تھا، آپ کاتبِ وحی بھی تھے اور بیعتِ رضوان، جنگِ یمامہ، جنگِ یرموک اور جنگِ قادسیہ میں شریک رہے (الاصابہ ج۶ حرف المیم بعدہا الغین، صحابہ انسائیکلو پیڈیا ص۸۵۷)

□...... **ماہِ شعبان ۹۳ھ** میں خادمِ رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (عہد نبوت کے ماہ وسال ص۱۳۸) آپ کی والدہ کی خواہش تھی کہ حضور ﷺ کی خدمت میں کوئی ہدیہ پیش کیا جائے، اس لئے اپنے ۱۰ سالہ بیٹے انس رضی اللہ عنہ کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا ''خُوَیْدُمُکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ'' ''یہ آپ کے لئے ایک چھوٹا سا خادم ہے'' آپ ﷺ نے قبول فرمایا اور والدہ ہی کی فرمائش پر آپ ﷺ نے ان کے لئے مال اور اولاد میں برکت اور جنت میں داخلے کی دعا فرمائی (البدایہ والنہایہ ج۲ انس بن مالک بن النضر بن ضمضم)

□...... **ماہِ شعبان ۹۵ھ** میں حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کو حجاج بن یوسف نے شہید کیا، یہ واقعہ بہت تفصیلی اور مشہور ہے، آپ نے اپنی شہادت کے وقت یہ دعا کی تھی ''اے اللہ میرے بعد حجاج کو کسی کے قتل پر جرأت نہ دینا'' چنانچہ ان کی شہادت کے کچھ عرصہ بعد حجاج سخت ذہنی اور جسمانی تکالیف میں مبتلا ہوا اور اسی میں اس کی موت واقع ہوئی (سیر الصحابہ ج۷ ص۱۵۳، البدایہ والنہایہ ج۹ مقتل سعید بن جبیر) (التبلیغ کے شمارہ نمبر ۳، ۲، ۱ میں ان کے حالات زندگی تفصیل سے مذکور ہیں)

نسخۂ حُبِّ اِلٰہی

(انیس احمد حنیف)

بٹایا کیجئے لوگوں کے غم اور دکھ چُنا کیجئے
اور اپنی ذات سے ہر شخص کو پُر سُکھ رکھا کیجئے

یقیناً آپ کو خوش دیکھ کر اُن کو خوشی ہو گی
رہا کیجئے جو اپنوں میں تو پھر خوش خوش دِکھا کیجئے

خلافِ طبع کچھ باتیں جہاں میں ہو ہی جاتی ہیں
دکھا کر اعلیٰ ظرفی، ضبط کر کے سہہ لیا کیجئے

بھلا کرنا جہاں میں دوسروں کا رب کو بھاتا ہے
جہاں تک آپ سے ممکن ہو لوگوں کا بھلا کیجئے

خود اپنی ذات سے پھیلایئے کرنیں محبت کی
جہاں بھر میں محبت پھیل جائے یہ دعا کیجئے

چلن ان کا بہت محبوب ہے اللہ کو لوگو
رسولِ پاک کی سنت پہ جتنا ہو چلا کیجئے

ہمیں تو بس یہی نسخہ ملا حُبِّ الٰہی کا
محبت جن کو ہے اُن سے، اُنہیں اکثر ملا کیجئے

مقالات و مضامین مفتی محمد رضوان

زکوٰۃ کے اہم مسائل (قسط ۱)

زکوٰۃ کس پر واجب ہے؟

زکوٰۃ واجب ہونے کے لئے ان چار قسم کی چیزوں کا اعتبار کیا جاتا ہے (۱) سونا (۲) چاندی (۳) روپیہ پیسہ (۴) تجارت کا مال۔ جس کی تفصیل یہ ہے (۱) جس کی ملکیت میں کم از کم ساڑھے سات تولہ یا اس سے زیادہ صرف سونا ہو (۲) جس کی ملکیت میں کم از کم ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ صرف چاندی ہو (۳) جس کی ملکیت میں کم از کم ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ چاندی کی مالیت کے برابر صرف روپیہ پیسہ ہو (۴) جس کی ملکیت میں کم از کم ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ چاندی کی مالیت کے برابر صرف تجارت کا مال ہو (۵) جس کی ملکیت میں اوپر ذکر کی ہوئی تھوڑی تھوڑی چاروں چیزیں یا ان چار میں سے دو یا زیادہ چیزیں اتنی مالیت کی ہوں کہ ان سب کو جمع کیا جائے تو ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ چاندی کی مالیت کو پہنچ جائے۔ ان میں سے ہر ایک پر زکوٰۃ واجب ہے۔ خلاصہ یہ کہ جس شخص کی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا نقدی یا تجارت کے سامان میں سے کوئی ایک چیز یا ان چاروں یا ان میں سے بعض چیزوں کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو زکوٰۃ واجب ہے اور ایسے شخص کے لئے زکوٰۃ یا کوئی واجب صدقہ لینا بھی جائز نہیں ✪ یہ بات خوب اچھی طرح یاد رکھ لی جائے کہ زکوٰۃ صرف مذکورہ چار قسم کی چیزوں میں فرض ہے اس کے علاوہ کسی اور قسم کے مال میں زکوٰۃ فرض نہیں خواہ وہ کتنا ہی قیمتی ہو اور اپنے استعمال اور ضروریات کا ہو یا اپنی ضروریات سے فارغ ہو ✪ یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ جب تک ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی نہ ہو تو کسی حال میں زکوٰۃ واجب نہیں، حالانکہ وزن کا اعتبار اس صورت میں ہے کہ جب کسی کی ملکیت میں صرف سونا یا صرف چاندی ہو، تجارت کا سامان ذرا سا بھی نہ ہو، نقدی ایک پیسہ بھی نہ ہو (اور آج کل کچھ نہ کچھ نقدی ہوتی ہی ہے) اور اگر کسی مرد یا عورت کی ملکیت میں دو یا زیادہ طرح کی چیزیں ہوں تو ہر ایک کا علیحدہ نصاب پورا ہونا ضروری نہیں، بلکہ اس صورت میں سب کی مالیت (ویلیو) ملا کر دیکھی جائے گی، اگر سب کی مالیت ملا کر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر یا اس

سے زیادہ ہوجائے تو زکوٰۃ واجب ہے چنانچہ خواتین کے پاس کئی کئی تولے سونا ہوتا ہے، کچھ نہ کچھ نقدی بھی ضرور ہوتی ہے مگر وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتیں، اس کی اصلاح بہت ضروری ہے ✪ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت صرافوں سے معلوم کی جاسکتی ہے، چونکہ سونے چاندی کی قیمت بدلتی رہتی ہے، اس لئے کسی ایک دن کی قیمت لکھ دینے سے غلط فہمی ہوگی ✪ بعض خواتین سمجھتی ہیں کہ سونا، چاندی اگر استعمالی ہو تو اس پر زکوٰۃ لازم نہیں خواہ کتنا زیادہ ہو اور اگر استعمالی نہ ہو تو لازم ہے یہ سراسر غلط فہمی ہے ✪ نابالغ کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں خواہ وہ کتنا ہی مالدار ہو، بالغ ہونے کے بعد سے سال پورا ہونے پر زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہوگا ✪ جس قرض کے ملنے کی توقع ہو اسے نقدی میں شمار کیا جائے گا خواہ وہ نقدی کی صورت میں نے کسی کو دیا ہو یا کوئی چیز فروخت کی ہو اور قیمت وصول کرنا باقی ہو سب کو شامل کر کے حساب کیا جائے گا ✪ اگر کسی پر قرض ہے تو اپنی ملکیت میں موجود سونا، چاندی، تجارت کا مال، نقدی (یا ان میں سے جو بھی چیز ملکیت میں ہو) کی قیمت لگائے، پھر اس سے قرض کو علیحدہ کرے، قرض نکالنے کے بعد اگر مال نصاب کے برابر ہے تو صرف اتنے مال پر زکوٰۃ واجب ہے اور اگر قرض منہا کرنے کے بعد مال نصاب کے برابر نہیں بچتا تو زکوٰۃ واجب نہیں ✪ بعض خواتین یہ سمجھتی ہیں کہ ان کے مملوکہ مال کی زکوٰۃ ان کے شوہروں کے ذمہ ہے اور اگر ان کے شوہر ادا نہ کریں تو وہ خود بھی ادا نہیں کرتیں جب کہ عورت کے مملوکہ مال کی زکوٰۃ شوہر پر لازم نہیں۔ بلکہ خود ان پر ادا کرنا لازم ہے۔ خواہ اس کے لئے زیور وغیرہ کیوں نہ بیچنا پڑے۔ البتہ اگر کسی عورت کا شوہر اپنی رقم سے بیوی کی طرف سے زکوٰۃ ادا کر دے تو جائز ہے (جبکہ بیوی کی طرف سے صراحتاً یا دلالۃً اجازت ہو) ✪ گھر کے جتنے افراد (والدین، بالغ اولاد، میاں بیوی وغیرہ) علیحدہ علیحدہ نصاب کے مالک ہوں تو ان پر الگ الگ اپنی زکوٰۃ واجب ہے یعنی ہر عاقل بالغ شخص کی زکوٰۃ کا نصاب اس کے مال میں الگ الگ ہوتا ہے ✪ زکوٰۃ واجب ہونے کے لئے مرد یا عورت کا شادی شدہ ہونا ضروری نہیں کنوارے بالغ لڑکے، بالغ لڑکی، بیوہ عورت پر بھی زکوٰۃ واجب ہے جب کہ یہ نصاب کے مالک ہوں ✪ زکوٰۃ واجب ہونے کے لئے کسی شخص کا برسر روزگار ہونا بھی ضروری نہیں، اگر کوئی شخص نصاب کا مالک ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے اگر چہ وہ برسرِ روزگار نہ ہو۔

تجارت کے مال سے کیا مراد ہے؟

✪ تجارت کے مال سے وہ چیز مراد ہے جو فروخت کرنے کی نیت سے خریدی ہو اور سال پورا ہونے تک یہ

نیت باقی ہو (خواہ منقولہ چیز ہو یا غیر منقولہ) لہٰذا اگر کسی نے کوئی چیز خریدتے وقت تجارت کی نیت نہ کی تھی (اگرچہ بعد میں تجارت کی نیت کرلی ہو) یا وہ چیز خریدتے وقت تو تجارت کی نیت تھی مگر سال پورا ہونے سے پہلے پہلے تجارت کی نیت ختم ہوگئی یا نیت ادلتی بدلتی رہی یا وہ چیز خریدنے کے بجائے کسی دوسرے ذریعے سے حاصل ہوئی تھی مثلاً ہبہ، صدقہ، تحفہ، میراث، وغیرہ کے طور پر ملکیت میں آئی تھی (اگرچہ وصول کرتے وقت تجارت کی نیت تھی) تو ان میں سے کسی چیز میں زکوٰۃ واجب نہیں ✪ کارخانوں کا منجمد اثاثہ (مشینری وغیرہ) استعمالی گاڑی، ٹریکٹر، ٹیوب ویل، کرائے پر چلانے کی نیت سے خریدی گئی گاڑی، رکشہ وغیرہ، رہنے یا کرائے پر دینے کی نیت سے خریدا یا بنایا ہوا مکان یا دکان اور پلاٹ، فریج اور اس طرح کی گھریلو دوسری چیزیں (خواہ وہ فالتو ہوں اور استعمال میں نہ آرہی ہوں) اس قسم کی چیزوں پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ کیونکہ یہ چیزیں تجارت کے مال میں داخل نہیں، البتہ ان میں سے کوئی چیز فروخت کرنے کی نیت سے خریدی تھی تو وہ تجارت کی چیز شمار ہوگی۔

مال پر سال گزرنے کا مطلب

✪ سال گزرنے کا مطلب یہ ہے کہ جس مہینے اور جس تاریخ کو کوئی شخص صاحبِ نصاب بنا تو آئندہ سال اسی مہینے اور تاریخ میں اس کا سال پورا ہوگا مثلاً کوئی شخص شعبان کی پانچ تاریخ کو نصاب کا مالک بنا تھا تو آئندہ کے لئے شعبان کی پانچ تاریخ ہی اس کے حق میں زکوٰۃ کے حساب کے لئے متعین ہوجائے گی اور اس تاریخ میں جو مال (سونا، چاندی، روپیہ پیسہ، تجارت کا مال) اِس کی ملکیت میں ہوگا اس کی زکوٰۃ لازم ہوگی ✪ ایک شخص کسی وقت نصاب کا مالک بنا اور درمیان سال میں اس مال کے اندر کمی زیادتی ہوتی رہی (خواہ یہ کمی زیادتی نصاب سے زیادہ مقدار میں ہوتی رہی ہو یا نصاب سے کم ہوکر ہوتی رہی ہو) تو اس مال میں کمی زیادتی کا کوئی اعتبار نہیں سال پورا ہونے کے وقت جتنا مال ملکیت میں ہوگا اس کا حساب کرکے زکوٰۃ دینی لازم ہوگی، البتہ اگر نصاب کا مالک بننے کے بعد (سال پورا ہونے سے پہلے ہی) اس کی ملکیت میں سے سارا مال نکل گیا (یعنی مذکورہ چاروں چیزوں میں سے کسی بھی چیز کی تھوڑی سی مقدار بھی نہ رہی سب چیزیں بالکل ختم ہوگئیں) تو اب اس کا صاحبِ نصاب ہونا ختم ہوجائے گا، پھر اگر یہ شخص کسی وقت صاحبِ نصاب بنا تو اس وقت سے اس کا سال شروع ہوگا اور مذکورہ تفصیل کے اعتبار سے حکم ہوگا ✪

ہر قسم کے مال پر الگ الگ سال گزرنا ضروری نہیں بلکہ ایک مرتبہ صاحبِ نصاب بننے کے بعد مذکورہ بالا چار قسم کی چیزوں میں سے جو جو چیز بھی ملکیت میں داخل ہوتی رہے گی وہ پہلے مال کے تابع شمار ہوگی مثلاً کوئی شخص روپیہ پیسہ کی وجہ سے صاحبِ نصاب بنا پھر سال پورا ہونے سے پہلے (خواہ ایک دن پہلے ہی کیوں نہ ہو) اس کی ملکیت میں مزید کوئی مال (سونا، چاندی، تجارت کا مال خواہ کتنی ہی زیادہ مقدار کا ہو) آ گیا تو اس سارے مجموعی مال کی زکوٰۃ دینی پڑے گی✪ سال پورا ہونے میں اسلامی (چاندکی) تاریخ اور مہینہ کا اعتبار کیا جاتا ہے، انگریزی یا کسی دوسری تاریخ اور مہینے کا اعتبار نہیں کیا جاتا✪ جس اسلامی مہینے کی جس تاریخ کو کوئی شخص صاحبِ نصاب ہوا اس تاریخ کو یاد رکھنا ضروری ہے ایک سال گزرنے کے بعد اسی مہینے کی اسی تاریخ کو زکوٰۃ واجب ہوگی، اس لئے اس تاریخ کو مال کا حساب بھی محفوظ رکھنا ضروری ہے، ورنہ لاکھوں روپے ذمہ میں واجب رہ سکتے ہیں، مثلاً ایک شخص پر شعبان کی پہلی تاریخ میں زکوٰۃ فرض ہوگئی تھی یعنی اس تاریخ میں اس کا سال پورا ہوگیا تھا اور اس وقت اس کی ملکیت میں دس لاکھ کی مالیت کے برابر مال تھا لیکن اس نے (مذکورہ تاریخ گزرنے کے بعد) اس مال کی زکوٰۃ ادا کرنے سے پہلے اس میں سے کچھ مال خرچ کرلیا (مثلاً مکان تعمیر کرلیا یا کسی کو ہدیہ دیدیا وغیرہ) اور اب اس کے پاس اس کے بعد مثلاً دس لاکھ سے کم ہو کر پانچ لاکھ کی مالیت کا مال رہ گیا اور اس نے صرف پانچ لاکھ کی زکوٰۃ ادا کردی تو اس صورت میں اس کے ذمہ پانچ لاکھ کی زکوٰۃ باقی رہ گئی کیونکہ درحقیقت اس پر دس لاکھ کی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری تھا، اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ہر شخص کا سال اپنی اپنی مالی نوعیت کے اعتبار سے ہوتا ہے سب کے لئے رجب یا رمضان کا مہینہ متعین کرنا (جیسا کہ بعض لوگوں نے اختیار کیا ہوا ہے) صحیح نہیں✪ اگر کسی شخص کے پاس سال پورا ہونے کے وقت اتنی رقم موجود ہے کہ جس پر زکوٰۃ لازم ہوجاتی ہے لیکن وہ رقم آئندہ کی ضروریات (مثلاً گھر کے اخراجات، گھر کی تعمیر، شادی کی ضرورت وغیرہ) کے لئے رکھی ہوئی ہے تو اس شخص پر اس مال کی زکوٰۃ لازم ہے البتہ اگر کسی شخص نے سال پورا ہونے سے پہلے ہی اس رقم کو اپنی ضروریات میں استعمال کرلیا (مثلاً گھر کا سودا سلف خریدلیا، یا مکان تعمیر کرلیا وغیرہ) اور رقم زکوٰۃ کے نصاب کے برابر نہیں بچی یا ادھار ضروریات کی چیزیں خریدلیں اور اس کے ذمہ اتنی رقم لازم ہوگئی کہ اس کو ادا کیا جائے تو رقم نصاب کے برابر نہیں بچتی تو اس پر زکوٰۃ لازم نہیں (جاری ہے......)

مقالات ومضامین مفتی منظور احمد

سفرِ معراج کے عجائب وامثال (قسط ۲)

(۸)......شب معراج میں آپ نے کرسی پر بیٹھے ہوئے ایک ایسی شخصیت کودیکھا جن کے سر کے کچھ بال سفید اور کچھ کالے تھے، ان کے پاس کچھ لوگ بالکل سفید چہروں والے بیٹھے تھے اور کچھ لوگ ایسے تھے جن کا رنگ کچھ متغیر تھا، جن کا رنگ متغیر تھا وہ اٹھے اور ایک نہر میں انہوں نے غسل کیا، جب نہر سے نکلے تو ان کا رنگ کچھ صاف ہو چکا تھا، پھر دوسری نہر میں داخل ہو کر غسل کیا اور باہر نکلے تو ان کا رنگ بالکل صاف ہو کر پہلی قسم کے لوگوں کی طرح ہو چکا تھا، وہ بھی آ کر پہلی قسم کے لوگوں کے ساتھ بیٹھ گئے، حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا جبرئیل یہ سفید وسیاہ بالوں والے شخص، یہ گورے چہروں والے اور متغیر چہروں والے کون لوگ ہیں اور یہ کونسی نہریں ہیں جن میں انہوں نے غسل کیا اوران کا رنگ بالکل صاف وشفاف ہو گیا ہے، جبرائیل نے کہا یہ سفید وسیاہ بالوں والے آپ کے دادا ابراہیم علیہ السلام ہیں اور پہلے شخص ہیں (غالبًا انبیاء میں سے) جن کے بال سفید ہوئے، اور بالکل گورے چہروں والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ نہیں ملایا اور متغیر رنگ والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے نیک وبرے ملے جلے اعمال کئے اور توبہ کی اللہ نے ان کی توبہ کو قبول فرمایا، اور نہروں میں سے پہلی تو اللہ کی رحمت ہے اور دوسری اللہ کی نعمت ہے۔ اور ایک تیسری نہر بھی ہے جس میں سے ان کے رب انہیں پاکیزہ شراب پلائیں گے (جامع البیان للطبری)

(۹)......حضور اقدس ﷺ نے فرمایا شب معراج میں میری ملاقات حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوئی جو قیامت کی آمد کے متعلق بحث کر رہے تھے انہوں نے پہلے اس کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے بھی لاعلمی کا اظہار فرمایا، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کے قیام کا قطعی وقت تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، البتہ اللہ تعالیٰ نے مجھے (اس کی جو علامات) بتائی ہیں وہ یہ ہیں کہ دجال کا خروج ہوگا، اور میرے پاس دو لاٹھیاں ہوں گی، جب وہ مجھے دیکھے گا تو ایسے پگلنے لگے گا، جیسے سیسہ پگلتا ہے، لہٰذا جب وہ مجھے دیکھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دیں گے، یہاں تک کہ ہر پتھر اور درخت کہے گا اے مسلمان میرے پیچھے کافر چھپا ہوا ہے اسے قتل کر دے چنانچہ اس طرح (اس کے

سارے متبع) کافر ہلاک ہوجائیں گے، پھر جب لوگ اپنے شہروں اور وطنوں کی طرف واپس چلے جائیں گے تو یاجوج ماجوج نکلیں گے جو ہر ڈھلان سے اترتے ہوئے نظر آئیں گے، وہ شہروں کو روند ڈالیں گے، جس چیز کے پاس آئیں گے اسے ہلاک کرڈالیں گے اور جس پانی کے پاس سے گذریں گے اسے پی جائیں گے، لوگ میرے پاس آئیں گے اور ان کی شکایت کریں گے، میں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعامانگوں گا تو اللہ تعالیٰ ان سب کو ہلاک کردیں گے یہاں تک کہ پوری زمین ان کی بدبو سے مسموم ہوجائے گی، پھر اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائیں گے جو ان کے جسموں کو بہا کر سمندر میں پھینک دے گی پھر پہاڑوں کو اکھاڑ کر زمین کو کھینچ کر ایسے برابر کردیا جائے گا جیسے کھال کو کھینچا جاتا ہے، مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ جب یہ علامات ظاہر ہوجائیں تو قیامت کی آمد اس حاملہ عورت کے بچہ جننے کی طرح ہے جس کے حمل کی علامت پوری ہوچکی ہو اور اس کے گھر والوں کو یہ پتہ نہ ہو کہ دن یا رات میں کب اس کے ہاں بچہ پیدا ہوجائے (زیادۃ الجامع الصغیر)

(۱۰)......حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد نبی اسرائیل میں دین کے بارے میں اختلاف پیدا ہوا تو ایک جماعت حق پر قائم رہی اور وہ دیگر بنی اسرائیل کے ساتھ نہ رہ سکی تو اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے الگ تھلگ انہیں دنیا کے ایک کونے کی طرف نکال دیا چنانچہ ان کے لئے زمین میں ایک خاص راستہ بنا اور وہ اس میں سے ایک سال یا نصف سال چلتے رہے یہاں تک کہ چین سے پیچھے پہنچ گئے اور وہ اب تک حق پر قائم ہیں، ان کے اور دیگر لوگوں کے درمیان سمندر حائل ہے جس کی وجہ سے لوگ ان تک نہیں پہنچ سکتے، شب معراج میں حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور اقدس ﷺ کو ان کے پاس لے کر گئے وہ حضور اقدس ﷺ پر ایمان لائے اور آپ نے انہیں قرآن مجید کی چند سورتیں بھی سکھائیں، آپ نے ان سے فرمایا کیا تمہارے ہاں ناپنے اور تولنے کا کوئی آلہ ہے انہوں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا پھر تمہارا ذریعہ معاش کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہم میدان کی طرف نکل کر کھیتی کاشت کرلیتے ہیں اور جب اسے کاٹ لیتے ہیں تو وہیں چھوڑ دیتے ہیں، جسے ضرورت پڑتی ہے وہ اپنی ضرورت کے مطابق وہاں سے لے آتا ہے، آپ نے فرمایا تمہاری عورتیں کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا ہم سے دور ایک جانب رہتی ہیں، جب کسی کو ضرورت پیش آتی ہے تو اپنی بیوی کے پاس ہوکر آجاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی جھوٹ بولتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اگر کوئی جھوٹ بولے تو آگ کا ایک شعلہ آکر اسے جلادیتا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا وجہ ہے کہ تمہارے سب گھر برابر ہیں ان میں کوئی فرق نہیں؟ انہوں نے کہا یہ اس لئے تاکہ کچھ لوگ دوسروں پر اپنے بڑائی نہ

Idara Ghufran

جتلا سکیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے اپنے دروازوں کے پاس قبریں کیوں بنائی ہوئی ہیں؟ انہوں نے کہا اس لئے تا کہ ہم موت سے غافل نہ ہو جائیں، پھر جب حضور اقدس ﷺ دنیا میں واپس تشریف لائے تو آپ پر یہ آیت نازل ہوتی "وَمِنْ قَوْمِ مُوسٰى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْن " (اور موسیٰ کی قوم میں سے ایک جماعت ایسی ہے جو حق کی رہنمائی کرتی ہے اور اس کے مطابق انصاف کرتی ہے) (تفسیر قرطبی)

(۱۱)......حضور اقدس ﷺ کو شب معراج میں بہت عمدہ خوشبو آئی تو جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کس چیز کی خوشبو ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ کنگھی کرنے والی ایک عورت، اس کے دو بچوں اور اس کے خاوند کی قبر سے خوشبو آرہی ہے، جن کا واقعہ یوں ہوا کہ خضر بنی اسرائیل کے معزز لوگوں میں سے تھے وہ آتے جاتے ہوئے ایک راہب کے صومعہ (عبادت خانے) کے پاس سے گزرتے تھے راہب ان کی طرف متوجہ ہوتا اور انہیں اسلام کی تعلیم دیا کرتا تھا، جب خضر بالغ ہوئے تو ان کے والد نے ایک عورت سے ان کی شادی کرادی، خضر نے اسے بھی اسلام کی تعلیم دی اور اس سے یہ وعدہ لیا کہ وہ کسی کو بتائے گی نہیں، خضر چونکہ عورتوں کے قریب نہیں جاتے تھے اس وجہ سے انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، اس کے بعد ان کے والد نے ایک دوسری عورت سے ان کی شادی کرائی، انہوں نے اسے بھی اسلام کی تعلیم دی اور اس سے وعدہ لیا کہ وہ کسی کو بتائے گی نہیں، ان دونوں عورتوں میں سے ایک نے خضر علیہ السلام کے اسلام کی خبر کو لوگوں سے چھپائے رکھا اور ایک نے یہ خبر لوگوں میں پھیلا دی جس کی وجہ سے وہ بھاگ کر ایک جزیرے میں پہنچے جہاں دو آدمی لکڑیاں چنتے ہوئے آرہے تھے انہوں نے حضرت خضر کو پہچان لیا، ان میں سے ایک نے تشہیر کر دی کہ میں نے خضر کو فلاں جگہ دیکھا ہے، اس سے پوچھا گیا کہ تمہارے ساتھ اور کس نے دیکھا ہے تو اس نے دوسرے کا نام لیا جب دوسرے کو بلوا کر پوچھا گیا تو اس نے بات کو چھپایا اور ان کے دین میں جھوٹ بولنے والے شخص کے لئے قتل کا حکم تھا، پھر اس دوسرے شخص نے اس عورت سے نکاح کر لیا جس نے حضرت خضر کے اسلام کی خبر لوگوں سے چھپائی تھی، ایک مرتبہ یہ عورت فرعون کی بیٹی کی کنگھی کر رہی تھی کہ کنگھی اس کے ہاتھ سے گر پڑی اس کی زبان سے بے اختیار یہ الفاظ نکل گئے "فرعون تباہ و برباد ہو" فرعون کی بیٹی نے یہ بات فرعون کو بتادی، فرعون نے بار بار اس عورت اور اس کے شوہر سے کہا کہ اپنا دین چھوڑ دیں مگر وہ نہ مانے تو فرعون نے انہیں اور ان کے دو بیٹوں کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا انہوں نے کہا کہ آپ کا ہم پر احسان ہو گا اگر ہمیں قتل کرنے کے بعد ایک ہی کمرے میں دفن کر دیں، انہیں قتل کر کے ایک کمرے میں دفن کیا گیا، ان کی اس قبر کی خوشبو حضور اقدس ﷺ کو شب معراج میں آئی (ابن ماجہ)

بسلسلہ : نبیوں کے سچے قصے مولانا محمد امجد

◘ حضرت نوح علیہ السلام (قسط ۱)

حضرت نوح علیہ السلام پہلے مشہور اور اولوالعزم (عزم وہمت کی صفات میں امتیازی مقام رکھنے والے) رسول ہیں جن کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا (انبیاء اولوالعزم کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو روح المعانی ج ۱۳ ص ۳۴ ذیل آیت فاصبر کما صبر اولوالعزم من الرسل)

آپ کا نسب نامہ جو عام طور پر مورخین میں مشہور ہے اس کے اعتبار سے آپ حضرت آدم علیہ السلام کی نویں پشت میں ہیں، اس نسب نامہ کی رو سے آپ سے اوپر تیسری پشت میں حضرت ادریس علیہ السلام اور آٹھویں پشت میں حضرت شیث علیہ السلام بن آدم علیہ السلام ہیں، لیکن مختلف تاریخی حوالوں اور سابقہ مذہبی کتابوں سے آپ سے حضرت آدم علیہ السلام تک جتنا زمانہ معلوم ہوتا ہے اس کی بنیاد پر بعض تاریخ دانوں کا کہنا یہ ہے کہ آپ سے حضرت آدم علیہ السلام تک نو سے زیادہ پشتیں بنتی ہیں، قرآن مجید میں آپ کا تذکرہ ۲۸ سورتوں میں ۴۰ سے زیادہ مرتبہ اختصار اور تفصیل کے ساتھ مذکور ہے، اور قرآن مجید کا مقصد چونکہ وعظ وتذکیر ہے نہ کہ محض معلومات کے لئے تاریخی واقعات بیان کرنا۔ اس لئے قرآن مجید نے اپنے مخصوص، مؤثر ودلنشین اسلوب بیان میں جابجا آپ کی سیرت اور آپ کی تبلیغی جدوجہد اور قوم کی طرف سے مخالفت اور نامناسب طرزِ عمل کے واقعات ذکر فرما کر بعد والوں کے لئے ان تمام واقعات سے نہایت مفید نتائج اور عبرت ونصیحت کے نکات نکالے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسے وقت میں مبعوث فرمایا، جب صحیح دین اور آسمانی تعلیمات سے انسانیت دور ہو کر توہم پرستی، مظاہر پرستی اور بت پرستی کا شکار ہوگئی تھی، توحید کی جگہ شرک نے لے لی، اور انبیاء کی بتلائی ہوئی تعلیمات کی اتباع کے بجائے اولادِ آدم نفسانی خواہشات کی اتباع میں لگ گئی اور بعد کی نسلیں اپنے آباؤ اجداد کی اس غلط اعتقادی وعملی روش کو حرف آخر سمجھ کر باپ، دادا کے طریقوں کی اندھی تقلید کرنے لگی، چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام جس قوم کی طرف بھیجے گئے وہ ''ودّ'' ''سواعؔ'' ''یغوثؔ'' ''یعوقؔ'' اور ''نسرؔ'' نامی پانچ بتوں کو پوجتی تھی، جو کہ اصل میں پانچ صالحین (بزرگوں) کے ناموں پر مورتیاں تراشی گئی تھیں، ان نیک صالح ہستیوں نے قابلِ رشک اور مثالی زندگی گزار کر جب دنیا سے کوچ

کیا تو لوگوں نے جو اِن کے نیاز مند وعقیدت مند تھے ان کی وفات کا بڑا غم کیا۔ان نیک ہستیوں کے عقیدت مندوں میں سے بعضوں کو شیطان نے یہ پٹی پڑھائی کہ جدائی کا صدمہ ہلکا کرنے اوران بزرگ ہستیوں کے تصور اور یاد کے ذریعہ اللہ کی عبادت واطاعت کی طرف رغبت باقی اور قائم رکھنے کے لئے ان کی تصویریں بنا کران کو دیکھتے رہو، اس طرح تسلی کا سامان بھی ہوجائے گا اور اللہ کی عبادت کا سلسلہ بھی چلتا رہے گا یہ تصویریں پہلے تو محض ایک یادگاری تصویریں تھیں ،لیکن شیطان اور نفس کے اغوا سے آہستہ آہستہ مجسمے ، پھر مورتیاں اور پھر پوجا پاٹ کی مستحق قرار پا کر قبلۂ حاجات بنیں اور معبودیت کے منصب پر فائز ہوگئیں، یہ گویا کہ قوم کی گمراہی کا نقطۂ عروج تھا۔

آخر اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت کے مطابق ان کی رشد وہدایت کے لئے انہی میں سے حضرت نوح علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا۔

قرآن مجید کی صراحت کے مطابق آپ نے اپنی قوم میں ساڑھے نوسو سال تبلیغ ودعوت کا فرض انجام دیا۔ موجودہ عمر طبعی (جو عموماً ایک صدی سے بھی کم ہوتی ہے) کے مقابلے میں یہ ایک طویل عمر ہے، اتنی طویل عمر یا تو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ایک استثنائی وامتیازی معاملہ تھا یا یہ کہ اس وقت انسانی عمروں کا تناسب عمومی طور پر زیادہ اور صدیوں پر محیط ہوتا تھا،قدیم تاریخوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ چند ہزار سال پہلے عمر طبعی کا تناسب موجودہ تناسب سے بہت زیادہ ہوا کرتا تھا، گزشتہ چند ہزار برسوں میں انسانی تمدن کے مصنوعی سامانوں نے انسان کی حیات اور دنیا کے نظام پر گہرے اثرات ڈالے ہیں اور ویسے بھی آفاقی تجزیہ کی رو سے دنیا اپنے بڑھاپے کی عمر سے گزر رہی ہے (جیسا کہ گزشتہ شمارے میں حضرت ادریس علیہ السلام کے قصہ میں اس کی کسی قدر تفصیل ذکر ہوچکی ہے) اور بڑھاپے کا دور چل چلاؤ کا زمانہ ہوتا ہے۔

بہرحال حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ''توحیدِ خالص'' اور اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی تلقین اور تبلیغ پورے جوش وجذبے، ہمت واستقامت، خیر خواہی اور ہمدردی، دلسوزی اور نیک نیتی کے ساتھ شروع کردی ، جس کے ردِعمل میں قوم کے جاہل اور عامی طبقہ نے آپ کو ایذائیں اور تکلیفیں پہنچانے اور زدوکوب کرنے اور سب وشتم کا نشانہ بنانے کو اپنا شعار بنالیا اور امراء وروسائے قوم (جن کو قرآن نے ''الملأ'' کے لفظ سے یاد کیا ہے) نے تکذیب وتحقیر اور مناظرہ ومجادلہ کو اپنا طرزِ عمل بنالیا، ان روسائے قوم

کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ نوح نہ تو دولت وثروت میں ہم سے بڑا ہے اور نہ قوت وطاقت میں ہمارا ہمسر ہے اور نہ وہ انسانیت سے بلند کوئی مرتبہ رکھتا ہے (مثلاً اللہ نے ہدایت کے لئے کسی کو بھیجنا ہی تھا تو فرشتے کو بھیج دیتے) پھر ہم کیوں اس کی اطاعت کریں اور اس کو بڑا سمجھیں، اس طرح ان لوگوں کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ نوح علیہ السلام کے پیروکار اور متبعین غریب اور گرے پڑے لوگ ہیں، جن کو نہ قوت وشوکت حاصل ہے، نہ مال ودولت میں اور نہ عقل ورائے میں کوئی ممتاز حیثیت رکھتے ہیں، بھلا ہم ان معمولی لوگوں کے برابر کیسے بیٹھیں اور ان سے میل جول کیسے رکھیں، جبکہ نوح کی اتباع کی صورت میں ہمیں اور ان غریب وکمزور لوگوں کو ایک درجہ میں برابری حاصل ہو جائے گی، نوح علیہ السلام ان کو سمجھاتے کہ یہ متکبرانہ سوچ ہے، بڑائی کا معیار یہ دنیوی اور مادی جاہ ومنزلت اور مال ودولت نہیں، اللہ کے ہاں تو اخلاص اور اطاعت وفرمانبرداری کی قدر ہے وغیرہ وغیرہ۔ غرض حضرت نوح علیہ السلام قوم کے عام وخاص سب طبقات کو دینِ حق کی تبلیغ کرتے اور ان کی ایذاء رسانیوں پر صبر وتحمل کرتے اور ان کے لچر، بے ہودہ اعتراضات کا بردباری، متانت اور وقار کے ساتھ حکمت وبصیرت سے لبریز جواب دیتے، لیکن قوم پر ان نرم ونازک اور حکمت وبصیرت والی باتوں کا کوئی خاطر خواہ اثر نہ ہوتا، پتھر کی مورتیوں کی پوجا کر کر کے ان کے دل بھی پتھر کی طرح بلکہ پتھر سے بھی کچھ سخت ہو گئے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ" اور یہ کہنا چاہئے کہ ان کی فطرت مسخ ہو گئی تھی۔ احساس وشعور، بصیرت وفراست، مظاہرِ قدرت میں الجھنے کے بجائے حقیقت بینی وحقیقت شناسی یہ انسان کے امتیازی اوصاف سہی، لیکن بت پرست قومیں فطرت سے بغاوت کی پاداش میں ان لطیف صفات سے تہی دامن ہوتی چلی جاتی ہیں۔ یہ اس ظلوم وجہول بنی نوع انسان کی تاریخ کا ہمیشہ سے المیہ رہا ہے کہ ماننے پر آئے گا تو پتھر کی بے جان وبے شعور، بے حس وحرکت، ساکت وجامد مورتیوں کو خود اپنے ہاتھوں سے تراش کر خدائی کے منصب پر بٹھا دے گا اور اپنی عنایت خسروانہ سے انہیں خدائی اختیارات کا حامل بنا لے گا، پھر بزعم خویش ان خود تراشیدہ معبودان کو منتہائے مقصود وقبلہ حاجات بنا کر اپنی زندگی ان کے چرنوں میں تج دے گا، لیکن نہیں مانے گا تو علام الغیوب، خبیر وبصیر، خالق ورازق، مالک ملکوت السموت والارض، علیم بذات الصدور، اپنے سچے رب اور رب العالمین کو بھی نہیں مانے گا، انسان کی ذہنی وعملی بے اعتدالی اور بگاڑ کی اس حالت کا دو لفظوں میں اللہ تعالیٰ نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے۔ فرمایا "انه كان ظلوماً جهولا" مفسرین کی تصریح

کے مطابق اس آیت میں انسان کی عملی بے اعتدالی کو ظلوم (ظالم) اور ذہنی و اعتقادی بے اعتدالی کو جہول (جاہل) سے تعبیر فرمایا گیا ہے، بہرحال ساڑھے نوسو سال کے اس طویل، صبر آزما، جانگسل، تبلیغی جدوجہد کا ثمرہ اور نتیجہ پوری قوم میں سے محض اَسیّ (کم وبیش) نفوس کے اسلام لانے اور ہدایت پانے کی صورت میں نکلا، حضور ﷺ نے حضرت نوح علیہ السلام کے اپنی قوم کو ڈرانے کے انداز کو اپنی تبلیغ کے مماثل و مشابہ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ''وانی انذرکم کماانذربه نوح قومه'' (بخاری) اور حضرت نوح علیہ السلام کو منجانب اللہ یہ اشارہ بھی مل گیا تھا کہ اب اس کے بعد مزید کوئی شخص اسلام میں داخل نہیں ہوگا (اِنَّـهُ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْاٰمَنَ الایة۔ ترجمہ: ایمان جنہوں نے لانا تھا لے آئے مزید تیری قوم سے کوئی ایمان نہ لائے گا) اب وہ موقعہ آتا ہے کہ ساڑھے نوسو سال کا زخم خوردہ اور دکھیا دل اپنے ہمدم و دمساز رب کے سامنے اپنا سارا دکھڑا کہہ سنائے، سینکڑوں سال کی درد بھری داستان سنانے کے لئے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں، قرآن مجید نے حضرت نوح علیہ السلام کی ان مناجات اور آہ وفریاد کا جو قوم کی حالت زار سے مایوس ہو کر آپ نے اپنے محبوب رب کی بارگاہ میں فرمائی بڑا دل آویز اور مؤثر نقشہ کھینچا ہے۔ کاش کہ ہم ناولوں اور افسانوں یا فلموں اور ڈراموں کے خیالی اور مصنوعی کرداروں کی جھوٹی، درد بھری داستانوں اور جذباتی مکالموں سے متاثر ہونے کے بجائے جو محض ادیب اور لکھاری حضرات کی گلکاریوں، فنکاریوں، کرشمہ سازیوں، خیال آرائیوں اور انشاپردازیوں کا ملغوبہ ہوتا ہے۔ قرآن مجید کے ان زندہ جاوید قدوسی صفات کرداروں کی زندگی کے سوانح، حالات، کمالات اور صفات کو پڑھتے، سمجھتے اور بار بار پڑھتے اور دل و دماغ میں بٹھاتے اور پھر اپنی زندگیوں کا جائزہ لیتے کہ انسان کی یہ زندگی کوئی ڈرامہ اور کھیل تماشہ تو نہیں کہ جس طرح چاہا گزار دیا، انسان کی زندگی تو اپنے رب کو اور اس کے حق کو پہچان کر اس کے ساتھ راز و نیاز، سوز و ساز، درد اور محبت سے عبارت ہے ۔

تجھ سا کوئی ہمدم کوئی دمساز نہیں ہے ۔۔۔ باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے

اس جوہر سے انسانی زندگی خالی ہو تو وہ زندگی موت سے بھی بدتر ہے اور ایسی زندگی گزارنے والا درحقیقت زندگی کے کاندھوں پر لدا ہوا ایک زندہ مگر بے جان لاشہ ہے کہ زندگی اس بوجھ کو اٹھائے مارے مارے پھرتی ہے، اور اس زندگی کا سب سے بڑا نمونہ کافر کی زندگی ہے جس کو قرآن میں مُردہ فرمایا گیا ہے۔

(جاری......)

Idara Ghufran

بسلسلہ: صحابہ کے سچے قصے

انیس احمد حنیف

صحابیٔ رسول حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (قسط۲)

حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا...... جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آیا اور کنیز تھیں اور چونکہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کی تھی...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں نہایت محبت سے اماں کہہ کر مخاطب فرماتے تھے...... جب ان کے پہلے شوہر عبید بن زید فوت ہوگئے تو ان کے بارے میں ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... کہ اگر کوئی شخص کسی جنتی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اسے ام ایمن سے نکاح کرنا چاہئے...... حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کا یہ ارشاد سنا تو ان سے نکاح کر لیا...... انہی کے بطن سے مدینہ میں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے جو اپنے والد کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوبِ خاص تھے......

ہجرت کا حکم ہوا تو آپ بھی مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے اور وہاں پہنچ کر حضرت کلثوم بن الہدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مہمان ہوئے...... یہ حضرت کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہی صحابی ہیں جن کے گھر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر تشریف لے جانے سے پہلے چار روز تک ٹھہرے تھے اور یہ وہی صحابی ہیں جو ہجرت کے بعد مسلمانوں کی جماعت میں سب سے پہلے فوت ہوئے...... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات اور بھائی چارگی قائم کی، تو حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھائی بنایا، حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ صحابی ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو تمام انصار پر فضیلت دیتے تھے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد قبیلہ اوس انہی کا تابع فرمان تھا اور انہی کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا...... **نعم الرجل اسید بن حضیر** ...... یعنی اسید بن حضیر بہترین آدمی ہیں...... زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی تک خاندانِ نبوت کے ایک فرد کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہتے تھے، لیکن مدینہ میں آ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے ایک علیحدہ مکان مخصوص فرمایا اور اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا (جو امیمہ بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں) سے نکاح کر دیا...... یہ وہی حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں، جو تقریباً ایک سال ان کے ساتھ رہنے کے بعد علیحدہ ہوگئیں اور پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ام المؤمنین کے درجہ پر فائز ہوگئیں......

Iqra Ghufran

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی سریوں اور جنگوں میں حصہ لیا......ہجرت کے اٹھائیسویں مہینے جمادی الاخریٰ کے شروع میں سریۃ القروہ پیش آیا، یہ سب سے پہلا سریہ ہے جس میں آپ امیر بَن کے نکلے، انہیں رسول اللہ ﷺ نے ستر سواروں کے ہمراہ قریش کا قافلہ روکنے کے لئے بھیجا تھا، آپ نے رہبرِ قافلہ فرات بن حیان کو گرفتار کرلیا اور بہت سا مال واسباب ساتھ لے کر آئے......ربیع الثانی ۶ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے آپ کو بنی سلیم کی طرف بھیجا جہاں سے آپ اونٹ، بکریاں اور قیدی لے کر آئے......اسی سال جمادی الاولیٰ میں شام سے آنے والے قریش کے ایک قافلہ کو روکنے کے لئے نبی اکرم ﷺ نے آپ کو ستر سواروں کے ہمراہ عیص کے مقام کی طرف روانہ فرمایا وہاں سے آپ نے بہت سی چاندی اور کئی قیدی گرفتار کئے......ان قیدیوں میں دامادِ رسول ابوالعاص بن ربیع بھی تھے جنہوں نے بعد میں اپنی اہلیہ اور رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پناہ لے لی......اس سال آپ کئی سریوں میں امیر رہے......

شاہِ بصریٰ کے پاس نبی اکرم ﷺ نے جب دعوتِ اسلام کا خط بھیجا تو یہ خدمت حضرت حارث بن میر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد ہوئی......جنہیں راستے میں دمشق کے قریب موتہ کے مقام پر شہید کردیا گیا......یہ تاریخ میں واحد موقع تھا کہ نبی اکرم ﷺ کے سفیر کے ساتھ ایسی جسارت کی گئی......نبی اکرم ﷺ کو جب یہ اطلاع ملی تو آپ نہایت رنجیدہ ہوئے اور آپ نے ان کے انتقام کے لئے تین ہزار مجاہدین کا لشکر تشکیل دیا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان پر امیر مقرر کیا اور فرمایا کہ اگر زید شہید ہوجائیں تو جعفر بن ابی طالب امیر ہونگے، اگر وہ بھی شہید ہوجائیں، تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے، حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بڑے بھائی تھے جبکہ حضرت عبداللہ بن رواحہ دربارِ نبوی کے کاتب اور شاعر بھی تھے......اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک سفید جھنڈا عطا فرمایا......اور انہیں وصیت کی کہ حارثہ بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت گاہ میں پہنچیں اور جو لوگ وہاں ہوں انہیں اسلام کی دعوت دیں اگر وہ قبول کرلیں تو بہتر......ورنہ اللہ سے ان کے خلاف مدد مانگیں اور ان سے لڑیں......پھر نبی اکرم ﷺ ان کے ساتھ نکلے......کچھ دور تک ان کے ساتھ چلے پھر ایک مقام پر پہنچ کر ٹھہر گئے......اور انہیں رخصت کردیا۔

جمادی الاولیٰ ۸ ہجری میں یہ مہم جب روانہ ہوئی تو کفار کو ان کی اطلاع ہوگئی اور انہوں نے ان تین ہزار

Idara Ghufran

کے مقابلے کے لئے ایک لاکھ کا لشکر تیار کرلیا...... یہاں تک کہ موتہ کے مقام پر پہنچ کر دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا...... مسلمان اس روز پیدل لڑے...... اسلامی فوج کا جھنڈا حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھا آپ جوشِ جہاد سے لبریز دشمن کی صفوں میں جا گھسے...... آپ کی دیکھا دیکھی دوسرے سردارانِ فوج نے بھی دشمن پر حملہ بول دیا...... لڑائی نے طول پکڑا...... لیکن...... اسی دوران نیزے کا ایک ایسا وار دشمن کی طرف سے ہوا جس سے سپہ سالارِ فوج امر ہو گئے...... ؎

تیری خاطر چھوڑے ہم نے کیا کیا رشتے ناطے برس برس تک جیا کئے بس تجھ سے ڈوری باندھے
تیرے ملن سے پہلے سے تھا سانس کا رشتہ باقی آج اسے بھی توڑ چلے ہم نام تمہارا جپتے

آپ کے بعد ایک ایک کر کے حضرت جعفر طیار اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما بھی اپنی جانیں نچھاور کرتے گئے...... بالآخر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیادت سنبھال کر مددِ الٰہی سے ایک ایسا زوردار حملہ کیا کہ دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے......

ادھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی سے معلوم کر کے میدانِ جنگ سے اطلاع آنے سے قبل ہی لوگوں کو سردارانِ فوج کی شہادت کی خبر سنادی...... شدتِ غم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں آنسو بہالائیں...... حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک صاحبزادی اپنے والد کی شہادت کی خبر سن کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں...... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حال دیکھا...... تو آپ خود بھی شدتِ گریہ پر ضبط نہ فرما سکے...... حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا...... یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم...... یہ کیا ہے؟؟...... فرمایا...... یہ جذبۂ محبت ہے..................

زہے نصیب محبت قبول ہے جن کی..

❄❄✳✳✳✳✳✳✳✳

بسلسلہ : اصلاحِ معاملات مولانا محمد انس

معاملات کی صفائی

جب سے امتِ مسلمہ پر سیاست وحکومت کے ساتھ سماجی زوال کا آغاز ہوا ہے اس وقت سے یہ عجیب وغریب فضا بن گئی ہے کہ ہم نے دوسرے مذاہب کی طرح دین کو صرف عبادات تک اور مساجد کے اندر تک محدود کرلیا ہے، جیسا کہ اہلِ مغرب اس نقطہ پر کاربند ہیں کہ دین کا تعلق صرف گرجا گھر اور عبادت خانے تک ہی ہے، عبادت خانہ سے باہر، بازار، دوکان، گھر، مکان، سیاست ومعاشرت، معاملات وتجارت میں دین کا کوئی دخل نہیں جبکہ مسلمان مذکورہ تمام شعبوں میں دین کے پابند وتابع ہیں اور یہ ایک اہم اور واضح فرق تھا جو ابتدائے اسلام سے لے کر اب تک مسلمانوں اور کافروں کے درمیان چلا آرہا تھا، افسوس کہ ہم نے اس کی بھی پرواہ نہ کی اور اس فرق وامتیاز کو مٹادیا اور دین کو صرف مسجد تک محدود کرلیا کہ جب تک ہم مسجد میں ہیں، یا مسجد کے علاوہ کہیں گھر دوکان بازار وغیرہ میں نماز پڑھ رہے ہیں، اس دوران تو ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام یاد آتے ہیں، لیکن جب ہم اس سے ہٹ کر اپنی عملی زندگی، جائے تجارت، اور بازار میں پہنچتے ہیں تو ہمارا رویہ یکسر بدل جاتا ہے اور ہم سب کچھ فراموش کردیتے ہیں حالانکہ حق تعالیٰ کا سورہ بقرہ آیت ۲۰۸ میں ارشاد ہے کہ ”اے ایمان والو اسلام میں پورے کے پورے داخل ہوجاؤ“ ایسا نہ ہو کہ جب تک تم مسجد میں ہو، خیر کی کسی مجلس میں ہو اس وقت تک تو تمہیں اپنے مسلمان ہونے کا احساس ہو اور جب تم یہاں سے الگ ہوجاؤ تو تمہارے اندر سے یہ احساس ہی ختم ہوجائے اور تمہارے دیگر معاملات، معاشرت واخلاق اور تجارت اس طرح ہوجائیں جیسے کہ کسی دین اسلام سے بے بہرہ اور لاتعلق شخص کی ہوتی ہیں، اپنے دین کے ان شعبوں سے لاتعلقی کا یہ معاملہ اگر اہل مغرب اور دوسرے مذاہب والے کریں جو اسلام جیسے کامل دین سے محروم ہیں تو انہیں معذور سمجھا جاسکتا ہے کیونکہ ان مذاہب میں اتنی ہمہ گیری اور جامعیت ہے ہی نہیں کہ وہ چند لگی بندھی عبادات سے آگے بڑھ کر زندگی کے دوسرے مرحلوں میں بھی رہنمائی کریں، لیکن مسلمانوں کے لئے تو اس کی کوئی گنجائش نہیں کہ وہ زندگی کے کسی بھی شعبہ میں اپنے آپ کو آزاد سمجھیں، اسلام کامل مذہب ہے لہٰذا اپنے ماننے والوں کو کسی مرحلہ میں بھی آزاد اور بے آسرا نہیں چھوڑتا۔

Iqra Ghufran

غور کرنے سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اسلامی تعلیمات کی ابتداء جہاں طہارت اور نماز کے مسائل سے ہوتی ہے وہیں ان کی انتہاء معاملات و معاشرت اور تجارت کے مسائل کے بیان کے بعد میراث وغیرہ کے احکام پر ہوتی ہے جو اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے کہ دین صرف طہارت و نماز کا نام نہیں بلکہ اس سے آگے بڑھ کر زندگی کے تمام مرحلوں یہاں تک کہ موت اور موت کے بعد میراث سے متعلقہ آنے والے تمام مسائل کا تعلق بھی اسی دین سے ہے جس کی اہمیت روز بروز ہماری زندگیوں سے نکلتی جا رہی ہے۔

اولیاء اللہ اور ہمارے بزرگوں کا مزاج یہی تھا کہ ان کے ہاں دیگر معاملات کی اہمیت کسی طرح نماز سے کم نہ تھی بلکہ کچھ اس سے زیادہ ہی تھی۔

ایک بزرگ کے ایک مرید تھے ایک مرتبہ وہ اپنے مقام سے سفر کر کے اپنے بیٹے کے ہمراہ آپ کو ملنے کے لئے تشریف لائے ملاقات کے بعد بیٹے کے لئے بھی دعا کی درخواست کی ان بزرگ نے بچے کے لئے دعا فرمائی اور ساتھ ہی پوچھ لیا کہ اس بچے کی عمر کیا ہے؟ ان کے والد نے جواب دیا کہ ۱۳ سال، بزرگ نے پھر دوسرا سوال کیا کہ آپ نے ابھی آتے ہوئے ریل گاڑی کے سفر کے دوران اس بچے کا پورا ٹکٹ لیا تھا یا کہ آدھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ آدھا ٹکٹ لیا تھا؟ ان بزرگ نے فرمایا کہ آپ نے آدھا ٹکٹ کیسے لیا حالانکہ آدھا ٹکٹ تو بارہ سال کی عمر تک ہوتا ہے اور اس کی عمر ۱۳ سال ہو چکی ہے، انہوں نے جواباً عرض کیا کہ قانون تو یہی ہے کہ بارہ سال کے بعد پورا ٹکٹ لینا چاہئے اور یہ بچہ بھی اگر چہ ۱۳ سال کا ہے مگر ابھی دیکھنے میں ۱۲ سال کا لگتا ہے ان بزرگ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو ابھی تک تصوف وطریقت کی ہوا بھی نہیں لگی، کہ آپ کو ابھی تک اس بات کا احساس وادراک ہی نہیں کہ آپ نے بچے کو نیکی کی طرف آنے کے رنگ میں حرام سفر کرایا ہے، جب آپ کو معلوم تھا کہ بچہ ۱۲ سال سے بڑا ہے اور اس کا ٹکٹ پورا بنتا ہے اس کے باوجود آپ نے آدھا ٹکٹ لیا جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے ریلوے کے آدھے ٹکٹ کے پیسے غصب کر لئے ہیں اور آپ نے چوری کی ہے اور جو شخص چوری یا غصب کرے اس شخص کا تصوف وطریقت میں کوئی مقام نہیں۔

ہمارے مال میں غیر محسوس طریقہ پر حرام کی آمیزش ہوتی چلی جارہی ہے جس کے نتیجے میں اس گناہ اور معاشرتی برائی کی اہمیت بھی ختم ہورہی ہے اور جب تک گناہ کا احساس ہے توبہ کی بھی امید کی جاسکتی ہے لیکن گناہ کا جب احساس ہی نہ ہو تو ایسی صورت میں اس بات کا قوی امکان ہے کہ احساس نہ ہونے کی وجہ سے آدمی اس سے توبہ بھی نہ کرسکے اور آخر کار یہی گلے کا طوق بن جائے۔

آپس کے معاملات میں شریعت کا یہ اصول ہر وقت ہماری نظروں کے سامنے ہونا چاہئے کہ:

"تَعَاشَرُوْا کَالْاِخْوَانِ وَتَعَامَلُوْا کَالْاَجَانِبِ"

کہ آپس میں رہو تو بھائیوں کی طرح لیکن معاملات کی صفائی میں اجنبیوں کا سا معاملہ کرو،

یعنی چاہے کوئی معاملہ دو بھائیوں ،عزیزوں اور رشتہ داروں ہی کے درمیان کیوں نہ ہورہا ہو اس کے طے کرنے اور حل کرنے میں غیروں کی اجنبیت جیسا برتاؤ کرو، یہ سوچ کر معاملہ میں سستی اور کاہلی کا مظاہرہ نہ کرو کہ بھائی ہے، لین دین ،لکھت پڑھت کی کیا ضرورت ہے وغیرہ ، بلکہ ابھی معاملہ صاف کر کے اور اسے پوری طرح نمٹا کر فارغ ہوجاؤ، کہ کسی کی زندگی کا کیا پتہ اور پھر مبادا بعد میں میراث وغیرہ اور اسی طرح کے دوسرے مسائل میں مشکلات کھڑی ہوں اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ کسی انسان کے فوت ہونے کے فوراً بعد اس شخص کی میراث تقسیم کردینی چاہئے ،تاخیر کی وجہ سے اس میں کوئی دوسرا بیٹا، بھائی تصرف کرلیتا ہے اور اسی حال میں ایک عرصہ گزر جاتا ہے اور پھر جب اولاد کے پیدا ہونے، پلنے بڑھنے کے بعد میں ان کی تقسیم کی فکر لاحق ہوتی ہے تو اس وقت لڑائی اور جھگڑے اور نسل در نسل دشمنی، لاتعلقی، قطع رحمی اور حق تلفی کی نوبت آتی ہے ،حالانکہ بروقت میراث کی تقسیم میں کوتاہی بہت دفعہ شرما حضوری اور رعایت ومروت کی وجہ سے کرتے ہیں،جس کو صلہ رحمی سمجھتے ہیں، بُرا ہو اس صلہ رحمی کا جس میں غلو کی وجہ سے قطع رحمی کی نوبت آئے ،اس وجہ سے شریعت نے اعتدال پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔

بہر حال معاملات کے متعلق قرآن وحدیث نے بنیادی طور پر صفائی ،درستی اور وضاحت کر لینے کو اساسی اصول قرار دیا ہے تاکہ اس میں اجمال یا ابہام رہنے کی وجہ سے بعد میں کوئی مسئلہ کھڑا نہ ہو، چاہے کوئی مرد ہو یا عورت ہر کوئی اپنے معاملے کو ہر طرح سے صاف رکھے کہ اس کے بغیر اخراجات وآمدنی شرعی حدود کے دائرہ میں نہیں رہتی ،حق تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

سلسلہ: سہل اور قیمتی نیکیاں

حافظ محمد ناصر

♦ توبہ واستغفار اور اس کا طریقہ

اللہ تعالیٰ نے توبہ واستغفار میں گناہوں کے مٹانے کی تاثیر رکھی ہے، استغفار کا معنٰی ہے معافی طلب کرنا اور درگزر چاہنا، اس لئے جب بندہ توبہ اور استغفار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف اور درگزر فرما دیتے ہیں، پھر گناہ یا تو اللہ تعالیٰ کے حقوق میں کوتاہی کرنے سے ہوتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حقوق میں کوتاہی کرنے سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق سے مراد یہ ہے کہ مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ جو کہ حقوق اللہ کہلاتے ہیں ان میں اگر کسی نے کوتاہی کر دی ہے تو وہ توبہ اور استغفار کے ساتھ ان کی تلافی اور تدارک بھی کرے، اور اگر گناہ مخلوق کے حقوق میں کوتاہی کرنے یا مخلوق کا حق مارنے سے ہوا ہے مثلاً کسی کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر استعمال کیا، یا دھوکہ دے کر کسی سے مال لیا یا کسی کی غیبت یعنی پیٹھ پیچھے برائی کی یا اپنے رشتہ داروں یا پڑوسیوں کے حقوق پورے نہیں کئے یا کسی جانور کو اپنے پاس قید رکھ کر اس کی بھوک پیاس کا خیال نہ رکھا، کسی جانور کو تکلیف پہنچائی وغیرہ وغیرہ تو ان سب باتوں کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی حق تلفی سے ہے۔ جس کی توبہ یہ ہے کہ جس کا حق مارا گیا ہے اس کا حق ادا کر کے اسے راضی کیا جائے اور پھر توبہ واستغفار کی جائے یہ مخلوق کی حق تلفی سے توبہ کا طریقہ ہے۔ اگر انسان کو اپنے کسی عمل کے گناہ ہونے کا علم ہو جائے تو اس سے توبہ کرنا تو ظاہر ہے لیکن جن کے گناہ ہونے کا بندے کو علم نہیں ہوتا، مثلاً کسی شخص کے تذکرہ کے دوران اس کی برائی اور تحقیر کرنا شروع کر دی جس کے نتیجہ میں گناہ ہوا، اور بندہ اپنے اس گناہ سے بے خبری کی وجہ سے توبہ سے محروم رہا، ایسے گناہوں کے وبال سے بچنے کے لئے اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے کثرت سے ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ'' پڑھنے کی عادت ڈالنی چاہئے تا کہ جو گناہ بے خبری میں ہو گئے ہیں انہیں بھی اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں اور کثرت سے استغفار کرنے سے کبیرہ گناہوں سے توبہ کی بھی فکر پیدا ہوتی ہے اور دنیاوی واخروی بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں اور پریشانیاں دور ہوتی ہیں اس لئے کہ گناہوں پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی بعض اوقات پریشانیوں اور مصیبتوں کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ توبہ اور استغفار ہر زبان میں کی جا سکتی ہے، عربی میں استغفار کا ایک آسان جملہ یہ بھی ہے۔ ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ'' ترجمہ: میں اپنے پروردگار اللہ تعالیٰ سے ہر گناہ کی بخشش مانگتا ہوں اور میں توبہ کرتا ہوں۔

بسلسلہ : آداب المعاشرت مفتی محمد رضوان

معانقہ کے آداب (قسط ۱)

حضور ﷺ سے مخصوص مواقع پر معانقہ فرمانا بھی ثابت ہے اور حضور ﷺ سے جو بعض روایات میں معانقہ کی ممانعت منقول ہے وہ یا تو پہلے کی روایات ہیں اور بعد میں اس کی ممانعت باقی نہیں رہی تھی (کذافی شرح معانی الاثار باب المعانقہ) یا پھر جن روایات میں معانقہ سے منع فرمایا گیا ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ شریعت سے جس موقع پر معانقہ ثابت ہے اس سے ہٹ کر کسی دوسرے موقع پر معانقہ کیا جائے (کذافی احسن الفتاویٰ ج ۸ ص ۴۱۰)

✪ معانقہ کا اصل موقع سفر سے آنے پر یا مدتِ دراز کے بعد ملاقات ہونے پر ہے، اور اس کے علاوہ دیگر مواقع پر مکروہ ہے۔ لیکن اگر کوئی سفر وغیرہ سے آمد یا مدتِ دراز کے بعد ملاقات کے موقع پر سنت کے مطابق سلام اور اس کے ساتھ مصافحہ کرلے اور معانقہ نہ کرے تو بھی کوئی گناہ نہیں، کیونکہ معانقہ سلام یا مصافحہ کے درجہ کا عمل نہیں بلکہ ان سے کم درجہ رکھتا ہے۔ اسی لئے معانقہ کے بارے میں حضور ﷺ سے سلام اور مصافحہ کی طرح کی تاکید اور ترغیب ثابت نہیں، اور خود حضور ﷺ سے بے شمار سفر سے آنے والوں سے معانقہ کرنا ثابت نہیں، بلکہ خاص خاص صحابہ سے ثابت ہے۔

وتکره المعانقة والتقبيل فى الرأس الالقادم من سفراو تباعدلقاء عرفا فسنة للاتباع (تحفة الحبيب على شرح الخطيب كتاب النكاح)

قال فى الارشاد: المعانقة عندالقدوم من السفر حسنة قال الشيخ فقيد ها بالقدوم من السفر واطلق القاضى والمنصوص فى السفر انتهى (غذاء الباب فى شرح منظومةالآداب ،لمحمدبن احمد بن سالم السفارينى الحنبلى ، مطلب يباح تقبيل اليد والمعانقة)

☆......حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (کسی سفر سے) مدینہ منورہ آئے، رسول اللہ ﷺ گھر میں تشریف فرما تھے، حضرت زید آپ ﷺ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے اور دروازہ کھٹکھٹایا، تو رسول اللہ ﷺ (ان کے آنے کی خوشی میں) کھلے بدن کے ساتھ (جب کہ ستر چھپا ہوا تھا) ایک چادر اپنے بدن پر ڈالتے ہوئے ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں! اللہ کی قسم میں نے حضور ﷺ کو اس حالت میں کسی کا استقبال کرتے ہوئے نہ کبھی اس سے پہلے دیکھا اور نہ کبھی اس کے

بعد...... پھر آپ ﷺ نے زید بن حارثہ سے معانقہ کیا اور بوسہ لیا (ترمذی، مشکوٰۃ ص ۴۰۲)

☆...... حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب بھی رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی تو آپ نے مجھ سے مصافحہ فرمایا، اور ایک دن رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلانے کے لئے (میرے گھر میں) کوئی قاصد بھیجا، مگر اس وقت میں اپنے گھر موجود نہیں تھا (بلکہ باہر گیا ہوا تھا) پھر جب میں اپنے گھر آیا تو مجھے اطلاع دی گئی کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلانے کے لئے قاصد بھیجا تھا، میں فوراً حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ ﷺ اپنے بستر پر تشریف فرما تھے، آپ ﷺ نے فوراً (اظہارِ محبت کے لئے) مجھے اپنے ساتھ چمٹالیا (یعنی میرے ساتھ معانقہ فرمایا) تو میں نے آپ کو بہت ہی زیادہ حسین جمیل اور خوبصورت پایا (احمد، ابوداؤد)

☆...... حضرت جابر بن عبداللہ حدیث سننے کے لئے ایک لمبا سفر کر کے حضرت عبداللہ ابن انیس رضی اللہ عنہ کے پاس ملکِ شام پہنچے تو جب حضرت عبداللہ ابن انیس رضی اللہ عنہ کو حضرت جابر بن عبداللہ کی آمد کا علم ہوا تو خوشی اور تیزی کے ساتھ باہر نکلے اور آپ کی چادر جلدی کی وجہ سے پیروں کے نیچے آ رہی تھی پھر انہوں نے ایک دوسرے کے ساتھ معانقہ فرمایا (مجمع الزوائد، مسند احمد، طبرانی فی الکبیر، بخاری فی الادب المفرد، ابویعلی فی مسندہٖ)

☆...... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رحمۃ للعالمین ﷺ کے صحابہ جب آپس میں ملاقات کرتے تو مصافحہ کرتے اور جب کسی سفر سے واپس لوٹتے تو معانقہ کیا کرتے تھے (طبرانی، ترغیب وترہیب، مجمع الزوائد ج ۸ باب المصافحہ وقال الھیثمی ورجالہ رجال الصحیح)

حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے صحابہ (ملاقات کے وقت) مصافحہ کیا کرتے تھے اور جب ان میں سے کوئی سفر سے آتا تھا تو اپنے ساتھی سے معانقہ کیا کرتا تھا (مصنف ابن ابی شیبہ باب فی المصافحۃ عند السلام، واسنادہ جید، الاداب الشرعیۃ فصل فی سنۃ المصافحۃ الخ لمحمد بن مفلح بن محمد المقدسی)

معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ملاقات کے وقت مصافحہ اور سفر سے واپسی پر معانقہ فرماتے تھے، اور بہت سے فقہائے کرام نے معانقہ کو سفر سے آمد کے ساتھ خاص رکھا ہے، البتہ بعض حضرات نے مدتِ دراز کے بعد ملاقات کو بھی سفر سے آمد کا درجہ دیتے ہوئے معانقہ کرنے کا جواز بیان فرمایا ہے (کمامر) (جاری ہے......)

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ مفتی محمد رضوان

پریشان کُن خیالات ووساوِس اور اُن کا علاج

(قسط ۳)

وسوسوں اور خیالوں کا کوئی سر پیر نہیں ہوتا، ان کی مثال ''بے تلی کے لوٹوں'' کی طرح ہے، کہ جدھر کو رُخ ہو جائے بس اُدھر کو ہی انسان کو لے کر لُڑھک جاتے ہیں، بعض اوقات کوئی خیال یا وسوسہ ایسا ذہن میں بیٹھ جاتا ہے کہ انسان اس کو اپنے ذہن سے نکالنے اور بھگانے کی ہزار کوششیں اور لاکھ تدبیریں کرے، مگر سب بیکار۔ ان وسوسوں کو بھگانے کی جتنی کوشش کی جاتی ہے اتنا ہی ان کا زور بڑھتا جاتا ہے اور ''مرض بڑھتا گیا جُوں جُوں دوا کی'' والی مثال صادق آتی ہے، اس لئے ان کا حل یہی ہے کہ ان کو بھگانے کی کوشش نہ کی جائے۔

ایک مرتبہ ایک ماڈرن انداز کے نوجوان تشریف لائے، جنہوں نے پینٹ شرٹ اور گلے میں ٹائی پہن رکھی تھی اور صورت وشکل سے کافی دنیوی تعلیم یافتہ شخص معلوم ہو رہے تھے، مگر ان کے چہرے پر رونق بالکل بھی ظاہر نہیں ہو رہی تھی بلکہ کچھ گھبراہٹ اور ہولنا کی سی محسوس ہو رہی تھی، ان کے تشریف لانے کے وقت میرے پاس پہلے سے کچھ اور حضرات مسائل معلوم کرنے کے لئے موجود تھے، یہ صاحب ان کے پیچھے بیٹھ کر اپنی باری کا انتظار کرنے لگے، مگر ان نئے آنے والے صاحب کو کسی لمحہ سکون نہیں آ رہا تھا، بار بار اِدھر اُدھر عجیب، غریب انداز سے دیکھتے تھے، اور اپنی نشست بھی بار بار بدل رہے تھے، جس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ ان صاحب کو اپنی باری کا انتظار دشوار معلوم ہو رہا ہے اور ان کے دماغ میں کوئی چیز اٹکی ہوئی ہے اور وہ جلدی سے اس کو نکالنا اور دور کرنا چاہتے ہیں، بالآخر ان صاحب کا نمبر آ گیا، اور انہوں نے اس طرح گفتگو شروع کی:

''میرا ایک دوست ہے جو ''ہری پور شہر'' میں رہتا ہے وہ آج کل اپنے ایک مرض کی وجہ سے سخت پریشان ہے اور اس کی پریشانی کسی طرح دور نہیں ہو رہی، مختلف ڈاکٹروں، عاملوں اور حکیموں سے علاج کرایا مگر کوئی افاقہ نہ ہوا، خیر یہ بیماری تو اپنی جگہ ہے، میں تو آپ کے پاس اس کے ایک مسئلہ کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں، وہ مسئلہ یہ ہے کہ وہ صاحب جب نماز

Idara Ghufran

پڑھتے ہیں تو نماز کے آخیر میں درود شریف پڑھتے ہوئے ان کو اپنی بیوی کے متعلق طلاق کا خیال اور وسوسہ آجاتا ہے اور زبان رک جاتی ہے، عجیب سی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ ''بَارَکْتَ عَلٰی '' کی بجائے طلاق کا لفظ زبان سے نکل گیا ہے، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ اس کی بیوی پر طلاق ہوگئی یا نہیں؟''

میں نے ان صاحب کی مکمل گفتگو سننے کے بعد کہا کہ مسئلہ تو بتادیا جائے گا اور انشاء اللہ تعالیٰ اس بیماری کا علاج بھی ہوجائے گا، مگر شرط یہ ہے کہ آپ کے وہ دوست خود تشریف لائیں، یہ سن کر وہ صاحب کافی پریشان سے ہوگئے، اور ہڑبڑائے ہوئے انداز میں کہنے لگے ...... ''دراصل وہ میرے دوست کافی مصروف ہیں، فی الوقت تو ان کا آنا مشکل ہے، لہٰذا اس وقت تو مسئلہ اور علاج مجھے ہی بتلادیا جائے، میں ان کو فون پر بتلادوں گا، اور پھر کبھی وقت ملنے پر وہ صاحب خود آکر آپ سے ملاقات بھی کرلیں گے'' میں نے کہا، ایسا تو ممکن نہیں، علاج تو متعلقہ مریض کو ہی بتلایا جائے گا اور مسئلہ بھی ان کو خود ہی بتلایا جائے گا، آپ اپنے دوست کو اطلاع دے دیں، پھر اگر وہ مسئلہ معلوم کرنے اور اپنا علاج کرانے میں مخلص ہوں گے تو وہ خود ہی مجھ سے رابطہ کرلیں گے، مگر ان صاحب کا اصرار تھا کہ مسئلہ اس وقت انہیں ہی بتلادیا دجائے، جب میں نے ان کو سختی کے ساتھ اس سے منع کردیا تو وہ خاموش ہوگئے اور قریب میں منہ لٹکا کر بیٹھ گئے۔ اب مغرب کی نماز کا وقت قریب ہوچکا تھا اور میں اس زمانے میں مسائل بتلانے کے لئے مغرب کے وقت تک بیٹھا کرتا تھا، تھوڑی دیر بعد مغرب کی اذان ہوگئی، اس کے بعد مغرب کی نماز ادا کی گئی۔ مغرب کے بعد جب میں واپس اپنے گھر کی طرف جانے لگا تو ان صاحب نے پیچھے سے آکر بہت جلدی کے انداز میں کہا...... ''مفتی صاحب! آپ سے صرف دومنٹ چاہئیں'' میں نے عرض کیا کہ اب وقت ختم ہوچکا ہے اور اب میں آپ کو وقت نہیں دے سکتا، انہوں نے دوبارہ پکارا...... ''بس صرف دومنٹ چاہئیں، زیادہ نہیں، اور میں آپ کے فائدہ کی بات کہوں گا'' میں نے کہا کہ مجھے الحمدللہ اس وقت گفتگو کی ضرورت نہیں، آپ کو اگر کوئی بات کرنی ہے تو کل تشریف لے آئیے، لیکن وہ صاحب فرمانے لگے...... ''اچھا چلتے چلتے مختصر بات کرلیتا ہوں'' یہ کہہ کر انہوں نے جلدی سے اپنے دائیں بائیں اور آگے پیچھے غور سے دیکھا اور کہا کہ...... ''کسی سے بتائیے گا نہیں، وہ مریض میں خود ہی ہوں، بس اب جلدی سے مجھے بیماری کا علاج اور مسئلہ کا حل بتلادیجئے'' میں نے کہا کہ اب چلتے چلتے میں آپ کو کیا بتاسکتا ہوں، مرض

Idara Ghufran

اور بیماری اتنی بڑی اور پرانی ،اور مسئلہ اتنا اہم ونازک ،اس کا علاج کھڑے کھڑے کیسے ہوسکتا ہے ، وہ صاحب کہنے لگے کہ......چلیں مسئلہ تو بتلا دیجئے ۔ میری بیوی کو طلاق تو واقع نہیں ہوئی اور میرا نکاح تو بحال ہے؟ میں نے کہا کیا آپ اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہرگز بھی نہیں ، اور سارا مسئلہ تو یہی ہے کہ میں طلاق سے بچنا چاہتا ہوں مگر طلاق مجھ پر زبردستی مسلط ہونا چاہتی ہے، میں نے کہا، کیا آپ نے اپنی بیوی کو کبھی طلاق دی ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں ، میں نے تو اپنی بیوی کو کبھی طلاق نہیں دی، میں نے کہا کہ جب آپ نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی اور نہ ہی دینا چاہتے ہیں تو پریشانی کس چیز کی ہے؟ کہنے لگے یہی تو مجھے بھی سمجھ نہیں آتا، میں نے کہا کہ یہ طلاق جو آپ کو محسوس ہوتی ہے یہ دراصل نفس اور شیطان دیتا ہے آپ نہیں دیتے ، لہٰذا آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ۔اب اگر طلاق واقع ہو بھی گئی تو وہ کمبخت شیطان کی بیوی کو ہوگی ، نہ کہ آپ کی بیوی کو لہٰذا آپ ہرگز بھی پریشان نہ ہوں، اور نماز پڑھتے وقت اس کا خیال اور ڈر خوف بھی ذہن میں نہ لایا کریں کہ کہیں طلاق واقع نہ ہو جائے ، جب آپ اس ڈر خوف کو دماغ سے نکال دیں گے تو آپ کو نماز میں کسی قسم کی پریشانی نہ ہوگی ، اور باقی تفصیلات پھر کسی اور وقت میں ذکر کردی جائیں گی ، اب آپ تشریف لے جایئے ۔خیر یہ صاحب تشریف لے گئے اور میں اپنے گھر چلا گیا۔

ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ انہی صاحب کا فون آ گیا اور فرماتے ہیں......''میں نے آپ سے تھوڑی دیر پہلے فلاں مسئلہ معلوم کیا تھا، کیا آپ اچھی طرح میرا مسئلہ سمجھ گئے تھے؟'' میں نے کہا، بالکل میں نے آپ کا مسئلہ صحیح طرح سن کر اور سوچ سمجھ کر اچھی طرح جواب دیا تھا، انہوں نے کہا......''دراصل مجھے تسلی نہیں ہورہی ، اور لگتا ہے کہ میں نے شاید اپنی صحیح حالت آپ کو بیان نہیں کی ، اس لئے دوبارہ اپنی حالت بتلا کر مسئلہ معلوم کرنا چاہتا ہوں'' اور انہوں نے اپنی حالت سنانا شروع کردی ، ان کو پھر دوبارہ سمجھا کر مطمئن کیا گیا ، اور بات ختم ہوگئی ۔مگر ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ پھر انہی صاحب کا دوبارہ فون آ گیا اور انہوں نے بڑبڑاتے اور ہکلاتے ہوئے انداز میں کہا ......''کیا آ......آ......آپ ہی مفتی رضوان صاحب ہیں...... ہیں؟ اور کیا آپ ہی سے تھوڑی دیر پہلے......م......م......میری بات ہوئی تھی؟'' میں نے کہا جی ہاں میں ہی مفت کا مفتی اور آپ کا خادم ہوں کہ جب چاہیں بغیر کسی ڈر وخوف کے فون کھٹکا کر بات کرلیں ۔ کہنے لگے......''آپ کو میری ذات سے بہت تکلیف پہنچی ، دراصل مجھے وہم اور شک کی

بیماری ہے اور مجھے شک ہو گیا تھا کہ کہیں مفتی صاحب کے علاوہ کسی اور نے غلط مسئلہ نہ بتلا دیا ہو''
میں نے جواب میں کہا کہ یہ سلسلہ تو آپ کا کسی مرحلے پر ختم ہوتا ہوا نظر نہیں آتا اور ہر آنے والی بات پر کسی نہ کسی طرح آپ کو شک ہی ہوتا رہے گا۔ اس کا علاج یہی ہے کہ آپ اس موضوع کو سوچنا چھوڑ دیں اور اپنے کام میں لگ جائیں، خیر کسی طرح ان سے نجات حاصل ہوئی۔

لیکن اگلے دن پھر یہی صاحب تشریف لے آئے اور اپنی دوسری وہم اور شک کی رام کہانی سنانا شروع کر دی، جس پر میں نے ان کو سمجھایا کہ وسوسوں کی طرف انسان کو توجہ نہیں دینی چاہیئے، اور ان کو گہرائی سے سوچنا نہیں چاہیئے اور نہ ہی ان کے جواب کی جستجو کرنی چاہیئے ورنہ مسائل میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ آپ ایک مسئلہ حل کرنے کے لئے سوال کریں گے مگر کئی مسئلے اس کے نتیجہ میں پیدا ہو جائیں گے۔

کہنے لگے ...... ''میں اس سے پہلے کئی علماء کے پاس گیا اور انہوں نے وسوسوں سے بچنے کے لئے مختلف وظیفے اور ذکر واذکار تجویز کئے، مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ والی بات ہی ہر دفعہ سامنے آئی''۔

میں نے کہا کہ آپ نے سارے علاج کر کے دیکھ لئے، اب علاج چھوڑ کر بھی تجربہ کر لیجئے۔ بھلا جب کوئی چیز بیماری ہی میں داخل نہ ہو اس کے علاج کی آپ کو کیا ضرورت ہے، اور اگر آپ پھر بھی علاج میں لگیں گے تو اچھے خاصے صحت مند ہوتے ہوئے بھی بیمار ہو جائیں گے، کیونکہ اگر تندرستی کے ہوتے ہوئے بیماری دور کرنے کی دوا استعمال کی جاتی ہے تو اس سے صحت مند آدمی کے اندر بھی مرض پیدا ہو جاتا ہے۔

لہٰذا آپ صرف آٹھ روز کے لئے یہ دیسی اور خالی نسخہ ''جو ہمارے بڑوں کا بیان کیا ہوا ہے'' استعمال کر کے بھی دیکھ لیجئے۔ بہر حال ان صاحب نے پیش کردہ نسخے پر عمل کیا اور اس کی وجہ سے اس مرض سے غیر معمولی درجہ کی نجات حاصل ہوئی۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالشُّكْرُ (جاری......)

Idara Ghufran

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ ترتیب: مفتی محمد رضوان

مکتوباتِ مسیح الامت (قسط ۶)

(بنام حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب)

> حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کی وہ مکاتبت جو مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کے ساتھ ہوتی رہی، ان مکتوباتِ منتشرہ کو مفتی محمد رضوان صاحب نے سلیقہ کے ساتھ جمع کرنے اور ترتیب دینے کی کوشش کی ہے، جوافادۂ عام کے لئے ماہنامہ ''التبلیغ'' میں قسط وار شائع کئے جارہے ہیں۔ عرض سے مراد حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب کے تحریر کردہ کلمات اور ارشاد سے مراد حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ کے جواب میں تحریر فرمودہ ارشادات ہیں (..................ادارہ)

مکتوب نمبر (۱۰) (مؤرخہ ۱۵/محرم الحرام ۱۴۱۱ھ)

عرض: مخدومی ومعظمی حضرت اقدس دامت برکاتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ارشاد: مکرم زیدمجدھم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

عرض: اللہ تعالیٰ حضرت کوروزافزوں ترقیات سے نوازے، شفائے کاملہ مستمرہ اورقوت وتوانائی عطافرمائے، حضرت کی صحت وبشاشت کی جب اطلاع ملتی ہے تو دل بہت خوش ہوتا ہے، لیکن ناسازی طبیعت اورضعف وعلالت کی خبر معلوم ہوکر دل دکھتا ہے۔

ارشاد: یہ فطرتاً محبت کا تقاضا ہے اور دعاءً رجوع الی اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔

عرض: اللہ تعالیٰ آپ کا سایۂ عاطفت بہ صحت وعافیت ورشد وھدایت طالبین وخدام کے سروں پرتادیر قائم رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

ارشاد: یہ زبانِ مبارک مبارک ہو۔

عرض: احقر کوگزشتہ دوتین سال سے مثانہ کی تکلیف ہے، بار بار استنجے کو جانا پڑتا ہے۔ ڈاکٹروں نے بعد معائنہ وغیرہ فیصلہ کیا ہے کہ سوائے آپریشن کے ان کے نزدیک کوئی دوسرا متبادل علاج مفید نہ ہوگا لہٰذا آپریشن مقرر ہوا ہے حضرت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس آپریشن کو مکمل کامیابی عطافرمائے اور مرض کو

ہمیشہ کے لئے دفع فرمادیں۔

ارشاد: اللہ تعالیٰ ہر قسم کی سہولتوں سے نوازیں اور صحت عمدہ باسکون پوری کامل سے نوازیں۔

☒ **عرض:** نیز یہ دعا کردیں کہ دورانِ علاج وآپریشن کوئی نماز میری قضاء نہ ہو۔

ارشاد: یہ تمنا ماشاءاللہ تعالیٰ عظمتِ احکام کی بمحبت **اشد الـہ العالمین** کی دلیل ہے۔ صدمبارک۔اللہ تعالیٰ یہ محمود ومطلوب تمنا پوری فرمائیں۔

☒ **عــــرض:** آپریشن سے قبل بے ہوش کردیا جاتا ہے۔فقط والسلام۔آپ کی دعاؤں کا محتاج خادم احقر محمد قیصر عفی عنہ۔

ارشاد: معذوری میں مجبوری ہے۔

مکتوب نمبر (۱۱) (مؤرخہ ۲۴ رصفرالمظفر ۱۴۱۱ھ)

☒ **عرض:** مخدومی ومشفقی ومکرمی حضرت اقدس دامت برکاتہم۔**متعنا اللہ تعالیٰ بطول بقائہ الاعلیٰ وعافیۃ الکاملۃ.**

ارشاد: مکرم زیدمجدھم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ .

☒ **عرض:** اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ بندہ ناچیز حضرت کی دعاؤں کے طفیل بہت جلد صحت یاب ہوگیا۔حتیٰ کہ متعلقہ ڈاکٹروں کو بھی حیرت ہے کہ مالک نے اپنے حقیر وضعیف ونا کارہ غلام کو شفاءِ عاجلہ سے نوازا۔

ارشاد: اللہ تعالیٰ باشاد بابشاشت دائماً رکھیں۔آمین۔

☒ **عـرض:** حضرت بندہ اور متعلقین کے حق میں دعائیں کرتے ہیں اس کی جزائے خیر مولائے کریم اپنی شان کے مطابق جناب کو یوماً فیوماً ودائماً فی ھٰذہ الدنیا والآخرۃ عطا فرماتا رہے، آمین۔

ارشاد: یہ زبان مبارک مبارک فرمائیں جزاکم اللہ تعالیٰ خیرالجزاء۔

☒ **عرض:** الحمدللہ عملِ جراحی کے بعد جلد ہوش آگیا تھا۔

ارشاد: مبارک۔

☒ **عــــرض:** مالک نے بے حدوحساب کرم فرمایا۔میری تمنا پوری کردی۔میری کوئی نماز قضاء نہ ہونے دی وقت پر پڑھوادی۔

ارشاد: مبارک، دل مسرور ہوا۔

عرض: یہ محض اللہ کا فضل ہے اور حضرت کی دعا ہے۔

ارشاد: فضلِ الٰہی۔

عرض: اللہ تعالیٰ نے آپ کو مستجاب الدعوات بنایا ہے۔

ارشاد: زبان مبارک۔

عرض: حضرت ایک دعا اور فرمادیں۔ میری تمنا ہے اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھ نالائق کو بتوفیق الٰہی پابندی صلوٰۃ باجماعت کی جو نعمت عطا فرمائی ہے وہ تا دمِ آخر قائم و دائم رکھیں۔ مالک کے قدموں پر بوقتِ سجدہ میرا دم نکلے۔ بقول شاعر۔ جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر۔

ارشاد: آرزو ہے کہ نکلے دم تمہارے سامنے۔ تم میرے (ہمارے) سامنے اور میں (ہم) تمہارے سامنے۔

عرض: خیال آیا کہ یہ تمنا امر غیر اختیاری ہے اگر خلافِ عبدیت اور تسلیم و رضا ہے تو حضرت اصلاح فرمادیں۔

ارشاد: یہ تمنا عبدیت بحبت عاشق کی فریاد ہے۔

عرض: حسنِ خاتمہ کی دعا کرنا بھی اسی قبیل سے ہے، لہٰذا محمود و مطلوب ہونی چاہئے۔

ارشاد: جی ہاں۔

عرض: بلکہ موت کی تمنا (لذة النظر الیٰ وجھک والشوق الیٰ لقائک) ولی اللہ ہونے کی علامت ہے۔

ارشاد: جی ھاں۔

عرض: معافی کا خواستگار ہوں کہ بجائے اپنے معائب بغرض اصلاح حضرت کو تحریر کرتا، کیفیات و جذبات کی رو میں بہہ گیا حالانکہ جانتا ہوں کہ مقصود اعمال ہیں نہ کہ کیفیات۔ فقط والسلام۔ آپ کا خادم وغلام احقر محمد قیصر عفی عنہ۔

ارشاد: تو کیا مریض مرض کی اطلاع کر کے بعدِ صحت کیفیاتِ صحتِ عجیبہ، غریبہ بقوت باسکون کی اطلاع نہ دے۔

بسلسلہ : اصلاح العلماء والمدارس ترتیب: مفتی محمد رضوان

عام مدارس کے مروّجہ جلسوں کے مفاسد (قسط اول)

(تعلیماتِ حکیم الامت کی روشنی میں)

''جہاں تک غور کر کے اور تجربہ کی شہادت سے دیکھا جاتا ہے، بڑی غرض ان (مروجہ) جلسوں کے انعقاد کی دو امر معلوم ہوتے ہیں (۱) فراہمیٔ چندہ (۲) اور اپنی کارگزاری کی شہرت، یا یوں کہئے کہ مدرسہ کی وقعت ورفعت۔ جس کا حاصل حُبّ ِ مال اور حُبّ ِ جاہ نکلتا ہے، جس سے نصوصِ کثیرہ میں نہی فرمائی گئی ہے۔ ہر چند کہ مال وجاہ اگر دین کے لئے مقصود ہوں تو مذموم (بُرے) نہیں۔ مگر کلام اس میں ہے کہ ایسے مواقع پر یہ امور دین کے لئے مقصود ہیں یا دنیا کے لئے، سو گو نفس تاویل کر کے دین ہی کے لئے بتلاتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے ہر قصد کے لئے ایک خاص معیار بنایا ہے جس سے صحت یا فسادِ قصد معلوم ہو جاتا ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ اگر دین مقصود ہوتا تو اس کے اسباب وطرق میں بھی کوئی امر خلاف رضائے حق تعالیٰ اختیار نہ کیا جاتا۔ اور جب ایسے امور اختیار کئے جاتے ہیں، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دنیا مقصود ہے۔ اور ان امور میں سے بعضے بطور نمونہ درج ہیں۔

(۱)...... چندہ کے حاصل کرنے میں قواعدِ شرعیہ کی رعایت نہیں کی جاتی، کیونکہ حکمِ شرعی ہے ''لَایَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ اِلَّا بِطِیْبِ نَفْسِہٖ'' (کسی انسان کا مال اس کی خوش دلی کے بغیر حاصل کرنا حلال نہیں) چندہ میں سوچ سوچ کر وہ طریق اختیار کئے جاتے ہیں جس سے مخاطب کے قلب پر اثر پڑے، گو وہ اثر دباؤ یا شرم ولحاظ سے کیوں نہ ہو، ایسے لوگوں کو (چندہ حاصل کرنے کے لئے) واسطہ بنایا جاتا ہے، مجمع میں ان کے روبرو فہرست بھی پیش کی جاتی ہے، شرکتِ جلسہ میں اصرار کیا جاتا ہے، اور یقیناً معلوم ہے کہ بڑے آدمیوں کو خالی ہاتھ آنے میں سبکی وکم وقعتی کا اندیشہ ہوتا ہے (ان کے مقابلہ میں) بقایا کو مشتہر (دیگر لوگوں کی تشہیر) کرتے ہیں جس سے ان کو اپنی بدنامی کا خوف ہوتا ہے (۲)...... حکم شرعی ہے کہ ریا (دکھلاوا) حرام ہے اور اکثر ایسے

مواقع پر دینے والوں کے دل میں ریا ہوتی ہے اور ریا کا سبب بن جانا بھی معصیت (گناہ) ہے (۳)......اکثر اوقات علماء کا امراء (مالداروں) کے دروازوں پر جانا اور اُن سے تملُّق (چاپلوسی) کی باتیں کرنا (۴)......جن اموال کو (خود علماء بھی) حلال نہیں کہتے اگر وہ بھی حاصل ہوں ہرگز انکار نہیں کیا جاتا ممکن ہے یا واقع ہے کہ کسی غالب سود یا رشوت والے نے کچھ دیا ہو اور اس کو جلوت میں یا خلوت میں واپس کر دیا ہو (۵)......اپنے مدرسہ کو اصلی حالت سے اکثر زیادہ ظاہر کیا جاتا ہے، تصریحاً یا ایہاماً (صاف یا گول مول انداز میں) جس کا حاصل کذب وخداع (جھوٹ اور دھوکہ) ہے (۶)......اگر کوئی شخص مدرسہ پر کسی قسم کا اعتراض کرے اور وہ حق بھی ہو تو ہرگز اس کو قبول نہیں کیا جاتا، بلکہ اس کے درپے ہو کر رد کرنے کی کوشش ہوتی ہے گو دل میں اس کو حق سمجھتے ہیں جس کا حاصل بطرِحق (حق بات کا انکار) ہے (۷)......اگر اور کوئی مدرسہ مقابلہ میں ہو جائے اور گو اس کی حالت واقع میں اچھی ہو، مگر ہمیشہ وہ مثلِ خار (کانٹے کی طرح) نظر آتا ہے، اور دل سے اس کے انہدام وانعدام (نیست ونابود کرنے) کے متمنی رہتے ہیں ورنہ خوش ہونے کی بات تھی کہ دین کا کام کئی جگہ ہو رہا ہے، لیکن محض اس وجہ سے کہ اس کی شہرت نہ ہو جائے اُس (دوسرے مدرسہ) میں چندہ کی بیشی (زیادتی) اور اِس (اپنے مدرسہ) میں کمی نہ ہو جائے، ناگواری ہوتی ہے (۸)......کارروائی میں کارگزاری کا اظہار، اپنی مدح، اپنے مدرسہ کی ترجیح، اپنے کام کی خوبی وکثرت دکھلانا اور اس کی وجہ سے تعلیم کی کمیت (مقدار) کا کیفیت (معیار) سے زیادہ اہتمام کرنا، اور کتابیں بلا استعداد گھسیٹنا کہ کارروائی دکھلا سکیں خواہ طالب علموں کو آئے یا نہ آئے۔ ان علامات میں سے اول چار حُبِّ مال لغیر الدین (غیر دین کے لئے مال کی محبت) کی علامتیں ہیں اور مؤخر کی چار حُبِّ جاہ لغیر الدین (غیر دین کے لئے جاہ کی محبت) کی علامات ہیں۔ اور فسادِ منشاء کی وجہ سے آثار بھی ایسے ہی مرتب ہوتے ہیں

(۹)......اکثر ایسے جلسوں میں اسراف (مال کا ضیاع) ہوتا ہے، جن لوگوں کو بلانے کی کوئی ضرورت نہیں ان کے اور ان کے رفقاء وخدام کے کرایہ میں بہت سے روپے جاتے ہیں، بعض اوقات طعام وغیرہ کا بھی مدرسہ سے اہتمام ہوتا ہے جس میں تکلفات ہوتے ہیں اور ساتھ میں غیر اضیاف (غیر مہمان) بھی کھاتے ہیں اور غالبًا بلکہ یقیناً روپے والوں سے اذن

نہیں لیا جاتا، اور دلالتِ اذن کا بھی دعویٰ مشکل ہے، کیونکہ اہلِ عطاء (دینے والے) خود ایسے مصارف کی مذمت (برائی) کرتے ہیں (۱۰)......بعض جگہ مسجد میں ایسے جلسے ہوتے ہیں، اور مسجد کے ساتھ بیٹھک کا سا برتاؤ ہوتا ہے، شور وشغب، دنیا کی باتیں، اشعارِ مذمومہ اور بہت سے منکرات جو مشاہدہ سے متعلق ہیں جب مسجد میں وہ امورِ مباحہ بھی ناجائز ہیں جن کے لئے مسجد موضوع نہیں (تو ناجائز امور کی گنجائش کہاں ہوسکتی ہے) تا بہ منکرات چہ رسد (۱۱)......ایسی کارروائیوں سے بجائے وقعت وعزتِ مقصودہ کے اہلِ علم کی ذلت وحقارت اہلِ دنیا کی نظر میں ہوتی ہے، کیونکہ اصل عزت استغناء ہے۔ اور اس تحقیر کا ثمرہ (نتیجہ) یہ ہوتا ہے کہ اپنی اولاد کے لئے علمِ دین کو پسند نہیں کرتے کہ یہی انجام ان کا ہوگا۔ گویا یہ حالت "**مَنّاعیت لِلْخَیْر**" (خیر سے روکنے) کا ایک شعبہ ہے (۱۲)......تکثیرِ سوادِ طلبہ ومحصلین (طلبہ اور جن کے لئے چندہ کیا جاتا ہے ان کی تعداد کی کثرت) کے دکھلانے کو نااہلوں کو اہل دکھلایا جاتا ہے، "**وَقِسْ عَلٰی ھٰذا**" (اور انہی پر دوسری خرابیوں کو قیاس کیا جاسکتا ہے) (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۶۵ تا ۶۷)

فائدہ: اب مدارس کے مروجہ جلسوں میں ایک ایک کرکے ان خرابیوں کا جائزہ لیجئے تو صاف نظر آئے گا کہ ان خرابیوں سے شاید ہی کچھ جلسے خالی ہوتے ہوں، چنانچہ عام طور پر ان جلسوں کی دو بڑی غرضیں معلوم ہوتی ہیں۔

(۱)......لوگوں کو جمع کرکے ان کے سامنے اپنی کارگزاری کو حقیقت سے بڑھ کر ظاہر کرنا۔

(۲)......لوگوں کو جمع کرکے ان کو چندہ کے لئے آمادہ کرنا اور ان سے چندہ وصول کرنا۔

اور ان دونوں غرضوں کا منشاء مال اور جاہ کی محبت ہے اور یہی دونوں چیزیں یعنی حُبِّ جاہ اور حُبِّ مال تمام بیماریوں اور مفاسد کی جڑ ہیں، اور شاید آج کل کے نام نہاد اہلِ علم حضرات کو تو ان دونوں بیماریوں کی پوری حقیقت بھی معلوم نہ ہو، اور جب بیماری اور مرض کا ہی علم نہ ہوگا تو اس کے علاج کی فکر کیسے ہوگی؟ اسی وجہ سے ان جلسوں میں تقریر اور بیان کرنے کے لئے ایسے حضرات کا انتخاب کیا جاتا ہے جو خوب گھی اور مکھن لگا کر اور چکنی چوپڑی باتیں کرکے مدرسہ کی شان وشوکت اور کارگزاری بیان کرنے اور مدرسہ کے ذمہ داران کی تعریف وتوصیف میں مبالغہ کرنے اور لوگوں سے چندہ حاصل کرنے اور ان کو چندہ پر آمادہ کرنے کا خوب رنگ ڈھنگ جانتے ہوں نیز ان کے لچھے دار بیان پر مجمع اکٹھا ہوتا ہو اور خوب واہ واہ کرتا ہو۔

(جاری ہے......)

علم کے مینار مولانا محمد امجد

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

فارابی / بوعلی سینا

معلم ثانی فارابی اور شیخ الرئیس بوعلی سینا دنیائے حکمت وفلسفہ کے دو ایسے تاجدار ہیں جن کے بغیر حکمت وفلسفہ کی تاریخ مکمل نہیں ہوتی، فلاسفہ اسلام کے سرخیل اور یورپ کی نشأۃِ ثانیہ کے دور کے فکری امام ہیں۔ فارابی اور بوعلی سینا تاریخ اسلام کے نابغۂ عصر اور عبقری شخصیات ہیں۔

فارابی کا زمانہ ۲۵۶ھ تا ۳۴۰ھ ہے فارابی کا پورا نام محمد بن محمد بن اوزلغ بن طرحان الفارابی تھا (فاراب یا فاریاب ماوراء النہر کے شہروں میں سے ایک شہر ہے)

فارابی کی زندگی زیادہ تر عزلت گزینی، یکسوئی، اور غور وفکر میں بسر ہوئی وہ عام طور پر دریاؤں اور آبشاروں کے کنارے، اور سرسبز وشاداب جگہوں اور باغات میں گھومتا پھرتا اور انہیں جگہوں میں کتابیں تالیف کرتا تھا، فارابی سفر کرتے کرتے اور ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل ہوتے ہوتے بغداد پہنچا یہاں ایک نصرانی حکیم سے اس نے فلسفہ کی تعلیم مکمل کی، تحصیل علم کے بعد بغداد سے حلب آ گیا اور امیر سیف الدولہ کے دربار سے وابستہ ہوگیا، اور آخر عمر تک اس دربار سے وابستہ رہا اور یہاں پر بڑے شرف واعتبار والی زندگی بسر کی۔

فارابی کو علوم ریاضی میں مہارت تامہ، منطق وفلسفہ میں کامل دستگاہ اور طب میں تفوق حاصل تھا، فارابی نے اپنی ساری زندگی سائنس اور فلسفہ کے مطالعہ میں بسر کی، نتیجتاً اپنے تمام معاصرین سے سبقت لے گیا، اس نے اپنی تحقیقات وتالیفات سے سائنس اور فلسفہ کو مالا مال کیا، معلم اول ارسطو کی تمام کتب کا ماہر تھا، اور ارسطو کے فلسفہ کا لاشارح وترجمان تھا اسی وجہ سے ارسطو کو معلم اول اور فارابی کو معلم ثانی کا لقب دیا گیا ہے فن نغمگی کے اسرار ورموز اور باریکیوں سے پوری طرح باخبر تھا، اس فن میں اس کی مستقل تصنیف موجود ہے اس نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا کہ فن کے اصولوں کے مطابق آواز کے زاویہ اور اتار چڑھاؤ کے ساتھ مخصوص طریقے سے اس میں پھونکتا تو سوز یا طرب سے لبریز نغمے جھڑنے لگتے، وہ خود کئی سُروں کے طرز کا موجد تھا، ایک دفعہ جب اس نے اپنے بنائے ہوئے آلہ سے مخصوص طرز میں برسرِ دربار اپنے فن

کا مظاہرہ کیا تو سارا مجمع ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہوگیا، پھر دوسرے انداز سے مظاہرہ کیا تو مجمع پر ماتم سا برپا ہوگیا، سب زاروقطار رونے لگے، پھر تیسری مرتبہ خاص طرز سے فن کا مظاہرہ کیا تو سب پر مستی ومدہوشی چھاگئی، اور مجمع پر بے ہوشی طاری ہوگئی، فارابی اسی حال میں ان کو چھوڑ کر وہاں سے غائب ہوگیا۔

پھر ذرا مطرب اسی انداز سے　　　جی اٹھے مردے تیری آواز سے

فارابی کی تالیفات اتنی کثرت سے ہیں کہ ایک جرمن مستشرق نے ایک ضخیم جلد میں بیان کی ہیں، لیکن اکثر تالیفات زمانہ کی دست برد سے ضائع ہوگئیں صرف چالیس رسائل محفوظ ہیں جن میں سے اکتیس عربی میں چھ عبرانی میں اور دو لاطینی میں ہیں، فارابی کی اکثر کتب ارسطو کی کتب کے ترجمہ اور تحقیق پر مبنی ہیں۔ اس کی چند مشہور طبع زاد کتب جن میں اس نے اپنے سائنسی نظریات پیش کئے یہ ہیں: الجوہر، الزمان، المکان، الخلاء، العقل والمعقول، احصاء العلوم وغیرہ۔

احصاء العلوم کا ترجمہ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد نے حال ہی میں شائع کیا ہے یہ مختلف علوم وفنون کے تعارف کا گویا ایک انسائیکلوپیڈیا ہے۔

فلسفہ میں فارابی کے نظریات وہی ہیں جنہیں نوافلاطونی مذہب کا نام دیا جاتا ہے جو اسلامی مزاج سے زیادہ قریب ہیں، نوافلاطونیت کا آغاز الکندی (نامور مسلمان فلسفی) نے کیا اور فارابی کے بعد ابن سینا نے اس کی تکمیل کی، ایک فرانسیسی مستشرق فارابی کی تعریف وتوصیف میں یوں رطب اللسان ہے۔

''فارابی کی شخصیت انتہائی قوی اور عجیب وغریب تھی، میرے نزدیک وہ ابن سینا کی بنسبت زیادہ جاذب توجہ اور زیادہ ذہین تھا، کیونکہ اس کی روح میں زیادہ جوش اور ولولہ تھا اور اس کے نفس میں زیادہ جرأت وبہادری تھی، اس کی فکر میں ایک (فن کار) کا جوش وخروش ہے اور اس کی منطق میں حیران کن دقت نظر ہے، اس کا اسلوب بیان ایجاز واختصار اور نادر الوجود باریک بینی اور گہرائی کا حامل ہے'' (کارادی فو کا مقالہ ''فارابی'' دائرۃ المعارف)

شیخ الرئیس ابن سینا

ابن سینا کا پورا نام ابوعلی حسین بن عبداللہ بن سینا تھا۔ لاطینی میں (Avicena) اور عبرانی میں (Aven sina) کہا گیا، محقق ابن ابی اصیبعہ کے بقول ''دنیا کی ہر نسل، ہر ملک اور ہر زمانے کے مشہور ترین ارباب

فضل وکمال میں سے ایک تھا‘‘۔ بخارا کے قریب ایک بستی میں ۳۷۰ھ (۹۸۰ء) میں پیدا ہوا، دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا، اس کے بعد ریاضی، علم کلام اور فقہ کی تحصیل کی، اور پھر منطق، فلسفہ، ہیئت، اور ہندسہ میں مہارت تامہ اور کمال حاصل کیا۔ مجسطی اور اقلیدس جیسی معرکۃ الآراء اور فلسفہ وریاضی کی امہات الکتب عجب شانِ بے نیازی سے پڑھیں اور حل کیں۔ اس کے بعد علم طب کی طرف متوجہ ہوئے، قلیل عرصے میں ہی طب میں کمال حاصل کیا اور سربرآوردہ اطباء میں شمار ہونے لگے، بیس بائیس سال کی عمر میں اتنا کچھ تبحر اور کمال حاصل کیا کہ عمر کے آخری حصے تک اس میں اضافے کی ضرورت محسوس نہ کی، علم طب میں ان کے فضل وکمال کی یوں داد دی گئی۔

> ’’علم طب جب معدوم تھا تو حکیم بقراط نے اسے وجود بخشا جب وہ مر چکا تھا تو جالینوس نے اسے حیات نو عطا کی جب وہ بکھرا اور پراگندہ ہوا تو حکیم رازی نے اسے سمیٹا اور وہ ناقص وناتمام تھا تو ابن سینا نے اسے مکمل کیا اور درجہ کمال تک پہنچایا‘‘ (دائرۃ المعارف)

سولہ سترہ سال کی عمر میں امیر بخارا نوح بن منصور کے ایک ایسے لاعلاج مرض کا کامیاب علاج کیا کہ جس کے علاج سے تمام اصحاب کمال اطباء عاجز آ گئے تھے، اس کے صلہ میں خود ابن سینا کی خواہش پر امیر نے انہیں شاہی کتب خانے کا منتظم مقرر کیا، اس طرح ابن سینا کو ایسی ایسی نادر روزگار و ناپید محققانہ کتب کے مطالعہ کا موقعہ ملا جن کی دوسرے اہل علم کو ہوا بھی نہ لگی تھی، امیر بخارا کے علاوہ شاہ ہمدان کا بھی اس نے اسی طرح کامیاب علاج کیا تھا، امیر بخارا کے انتقال کے بعد ابن سینا خوارزم چلے آئے یہاں ابوریحان البیرونی، ابونصر عراقی اور ابوسعید ابوالخیر جیسے علماء ومشائخ سے ملاقات ومجالست، اور تبادلہ افکار وغیرہ ہوا۔ خوارزم کے بعد عراق عجم اور وہاں سے جرجان کا رخ کیا۔ اس پرآشوب دور میں ابن سینا نے کبھی مشیر، کبھی طبیب، کبھی فلسفی اور کبھی ناصح کے فرائض سرانجام دیئے اور کبھی سیاسی مجرم قرار پائے۔

فلسفہ وسائنس میں ابن سینا تین فکری دھاروں کے زیر اثر تھے انہی فکری دھاروں پر اس کی تالیفات کی بنیاد ہے۔ پہلا فکری دھارا قرآن اور اس کے متعلقہ علوم سے ماخوذ ہے جس میں اثبات عدل الٰہی، آغاز آفرینش، انتہائے عالم وعلم الآخرت اور علم الانسان شامل ہے۔

دوسرا فکری دھارا سائنس کا ہے جس میں یونانی فلکیات، ترتیب کائنات، اجرام فلکی کی حرکت مدورہ اور نظریہ عناصر اربعہ وغیرہ شامل ہیں۔ تیسرا فکری دھارا ارسطا طالیسی اور نوافلاطونی فلسفہ کا ہے۔

ابن سینا کی نظر اتنی جامع ، ذہن اتنا ہمہ گیر اور مختلف علوم وفنون پر اس کی دسترس اتنی گہری اور کامل تھی کہ آنے والی کئی صدیوں تک فلسفہ وحکمت کا سارا نظام ابن سینا کی تحقیقات وتصنیفات پر ہی چلتا رہا ابن سینا کی مختصر وضخیم محققانہ کتب کی تعداد بعض اہل تحقیق کے نزدیک سو اور بعض کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ہے حتی کہ بعض تذکرہ نگاروں نے دوسو تک تعداد لکھی ہے، ''الشفا''، ''القانون'' اور ''الاشارات وتنبیہات'' اس کی مشہور ترین زندہ جاوید کتابیں ہیں، خاص طور پر علم طب میں ''القانون'' جیسی سدا بہار محققانہ کتاب نے تو اسے حیات جاوید عطا کی ہے، محققین کے نزدیک بارہویں صدی سے سولھویں صدی عیسوی تک نہ ابن سینا جیسا حکیم پیدا ہوا ہے اور نہ ''القانون'' جیسی کتاب لکھی گئی ہے۔ان درمیانی صدیوں میں مشرق سے زیادہ مغرب کی گردنیں ''القانون'' وغیرہ سے استفادہ اور خوشہ چینی کی شکل میں ابن سینا کے محراب علم وفضل میں جھکی رہی ہیں۔''القانون'' مغربی ممالک میں کینن (Canon) کے نام سے معروف ہے ''القانون'' دس لاکھ سے زیادہ الفاظ پر مشتمل ''طب'' کی عظیم وضخیم قاموس ہے، جس میں قدیم زمانوں سے لے کر مسلمانوں کے زمانے تک طب کی جو کچھ معلومات وتحقیقات تھیں جانچ پرکھ کے ذریعے ان کی چھانٹی کر کے صحیح ومفید معلومات اور مجرب نسخے جمع کئے گئے ،اس میں دواسازی کے طریقوں کے بیان کے علاوہ ۷۶۰ ادویات (نسخے) کا ذکر ہے۔دماغ اور ریڑھ کی ہڈی کی سوزش کی تشخیص ابن سینا کا کارنامہ ہے، علم تشریح الاعضاء اور امراض نسواں کی تحقیق وتشخیص پر اس نے مفید معلومات فراہم کی ہیں۔

''الشفاء'' ابن سینا کی وہ ضخیم محققانہ کتاب ہے جس میں علم کا میدانِ فلسفہ سے سائنس تک سمویا ہوا ہے نظریاتی علوم ،طبعیات ، ریاضیات ، مابعد الطبعیات ،اخلاقیات ، معاشیات ،سیاسیات اور دیگر عملی معلومات سب کچھ ہی اس میں موجود ہے۔

اس کے علاوہ علم نجوم (ہیئت) ،موسیقی ،اور علم کیمیا کے دامن کو بھی اس نے اپنی نت نئی تحقیقات ، تجربات ومشاہدات سے لبریز کیا،''اشارات'' بھی ابن سینا کی محققانہ تالیف اور علوم ومعارف کا خزانہ ہے، جس کی درجنوں شروحات لکھی گئی ہیں، ان شارحین میں امام رازی اور محقق طوسی جیسے محققین اور حکماء شامل ہیں۔ القانون والشفا یورپ کے دانش کدوں کے علاوہ مشرقی اسلامی درسگاہوں میں کس اہتمام اور شان سے پڑھائی جاتی تھی اس کا اندازہ ایک ہندی فاضل معلم کے اس مصرعہ سے لگایا جاسکتا ہے جو ضرب المثل کے طور پر بھی مشہور ہے۔ ؎ رانڈ ہو جائیں گے قانون وشفا میرے بعد۔

تذکرۂ اولیاء

مولانا طارق محمود

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

''یوسفِ ثانی'' محمد بن سیرین رحمہ اللہ

امام ابن سیرین رحمہ اللہ کے والد سیرین رحمہ اللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے، حضرت سیرین رحمہ اللہ لوہے اور پیتل کے برتن بنانے میں مہارت رکھتے تھے، حضرت سیرین کا نکاح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی باندی حضرت صفیہ سے ہوا، جو اپنے علم واخلاق و عادات واطوار، نیک سیرتی اور خوبصورتی میں ممتاز سمجھی جاتی تھیں، حضرت سیرین اور حضرت صفیہ کا نکاح امت کے سب سے بڑے قاری حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے پڑھایا، اور ان کے نکاح میں اٹھارہ بدری صحابہ (وہ صحابہ جو غزوہ بدر میں شامل تھے ان کا شمار اونچے درجے کی خاص فضیلت پانے والے صحابہ کرام میں ہوتا ہے) شریک ہوئے۔

اسی نکاح کی برکت تھی کی کہ ۳۳ھ میں اس کا مبارک پھل امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کی صورت میں ظاہر ہوا، امام ابنِ سیرین کی تربیت وپرورش ایسے مبارک ماحول میں ہوئی، جہاں تقویٰ وطہارت، دین ودیانت سے پورا گھرانہ بھرا ہوا تھا، اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ آپ کے والد جلیل القدر صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے اور آپ کی والدہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تربیت یافتہ تھیں، اسی تربیت کا اثر تھا کہ مستقبل میں امام ابنِ سیرین رحمہ اللہ کو وہ خاص علم بھی نصیب ہوا، جو بطورِ خاص حضرت یوسف علیہ السلام کو نصیب ہوا تھا یعنی ''فنِ تعبیرِ خواب'' خوابوں کی تعبیر میں آپ ''یوسفِ ثانی'' کے لقب سے یاد کئے گئے۔

آپ کے اساتذہ میں بڑے بڑے صحابہ کرام شامل ہیں، اور ان سے آپ نے خوب استفادہ کیا، ان بزرگوں سے استفادہ کرنے کے بعد آپ بصرہ شہر منتقل ہوگئے اور وہیں مستقل رہائش اختیار کرلی۔

امام ابنِ سیرین رحمہ اللہ نے اپنی زندگی کے اوقات کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہوا تھا، ایک حصہ درس وتدریس اور دعوت وتبلیغ کے لئے اور دوسرا حصہ تجارت کے لئے۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ صبح صادق ہونے سے پہلے مسجد میں آجاتے اور فجر کے بعد سورج بلند ہونے تک درس وتدریس اور وعظ ونصیحت میں مشغول رہتے، اس کے بعد تجارت میں مشغول ہونے کے لئے نکل جاتے۔ آپ ایک دن روزہ رکھ کر دوسرے دن ناغہ کرتے۔

ابنِ سیرین رحمہ اللہ کے گھر کے احاطہ میں نماز پڑھنے اور عبادت کرنے کے لئے ایک جگہ مخصوص تھی جس

میں کسی دوسرے کو جانے کی اجازت نہ تھی، زکوٰۃ ادا کرنے کا اتنا اہتمام تھا کہ جب تک زکوٰۃ نہ نکالتے اس وقت تک عید کی نماز کے لئے نہیں نکلتے تھے۔

راتوں کی مشغولیت یہ تھی کہ آدھی رات آرام کرتے اور آدھی رات عبادت کرتے، کثرت سے نوافل پڑھتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے زار وقطار رونے لگتے، بعض اوقات رونے کی آواز بلند ہوجاتی، اور اہلِ خانہ حتی کہ پڑوسیوں کے دل بھی ان کی آہ وبکا سے پھٹنے لگتے۔

ابنِ سیرین رحمہ اللہ کی تجارت بھی برائے تجارت نہ تھی، بلکہ بازار میں بھی وعظ نصیحت کا سلسلہ جاری رہتا۔ لوگوں کو تجارت اور معاملات کے شرعی طریقے سکھلاتے تھے، یہاں تک صورتحال پہنچ گئی تھی کہ بازار کے تاجر جب انہیں دیکھتے تو ان کی زبانوں پر اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور ذکر جاری ہوجاتا، اللہ تعالیٰ نے ان کو سیرت وصورت کے ساتھ ساتھ عزت وشہرت بھی عطا کی تھی، راستہ سے گذرتے وقت انہیں دیکھ کر لوگ خود بخود غیر رسمی انداز میں کھڑے ہوجاتے۔

رزقِ حلال کا اس قدر اہتمام تھا کہ تجارت میں معمولی سی لغزش برداشت نہ کرتے، اور مالِ تجارت کا ہر عیب ظاہر کردیا کرتے تھے، ایک دفعہ چالیس ہزار درہم کا تیل خریدا، جب اس کا ایک برتن کھولا تو اس میں ایک مرا اور پھٹا ہوا چوہا نکلا، دل میں خیال آیا کہ جہاں یہ تیل سینچا گیا ہے وہ تو ایک ہی جگہ ہوتی ہے، پھر بعد میں اس تیل کو الگ الگ برتنوں میں ڈالا جاتا ہے، اور ایک جگہ سینچنے کی وجہ سے چوہے کی نجاست تو سارے تیل میں سرایت کرگئی ہوگی، اور تیل کے باقی برتن بھی اس سے متاثر ہوگئے ہوں گے، اور اگر میں تیل کے یہ سارے برتن فروخت کرنے والے کو واپس کردوں تو ممکن ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کے ہاتھ اس کو فروخت کردے، اور پھر ناواقف تاجر اس ناپاک تیل کو عوام کے ہاتھ فروخت کردیں، اور عام لوگ اس ناپاک تیل کو استعمال کریں گے، بہتر ہے کہ اس کو ضائع کردیا جائے، چنانچہ اس کو شرعی طریقہ پر ضائع کردیا گیا۔

آپ کے تقوے کی شان یہ تھی کہ جس چیز میں تھوڑا سا شبہ ہوتا تو اس کو چھوڑ دیتے تھے، ایک مرتبہ انہوں نے غلہ خریدا اس میں انہیں اسی ہزار کا فائدہ ہوا لیکن ان کے دل میں شک پیدا ہوگیا کہ اس نفع میں سود کا شبہ ہے، اس وجہ سے انہوں نے پوری رقم چھوڑ دی، اور اس کو وصول نہیں کیا، اسی طرح جو سودا فروخت کرتے تو گاہک کو اچھی طرح دکھا کر اور خرید وفروخت پر لوگوں کو گواہ بنالیتے تھے، اس زمانہ میں چونکہ وزن

کے پیمانوں کی مقدار گھٹتی بڑھتی رہتی تھی، اس لئے جب کسی سے کوئی مال قرض لیتے تھے تو رائج پیمانوں اور وزنوں کے علاوہ کسی اور چیز سے مال تول لیتے تھے اور اس کو محفوظ کر لیتے تھے، پھر جب مال واپس کرتے تو اسی پیمانے سے مال تول کر واپس کرتے اور فرماتے تھے کہ وزن گھٹتا بڑھتا ہے، اس لئے میں الگ پیمانے سے اس کا وزن کر لیتا ہوں۔

تجارت کی وجہ سے آپ کے پاس اکثر کھوٹے سکے آجاتے تھے، آپ احتیاط کی وجہ سے اس کو آگے خرچ نہیں کرتے تھے، چنانچہ ان کی وفات تک اس قسم کے بے کار سکے پانچ سو کی تعداد میں جمع ہو گئے تھے۔

لوگوں کو حلال مال کمانے کی تلقین کیا کرتے تھے اور حرام سے بچانے کی فکر ہوتی تھی، لوگوں سے فرمایا کرتے تھے ''خدا کی جانب سے حلال روزی تمہارے لئے مقدر ہو چکی ہے اسی کو تلاش کرو، اگر تم حرام کے ذریعہ اس کو حاصل کرو گے تو بھی اس سے زیادہ نہ ملے گی جو تمہارے لئے مقدر ہو چکی ہے''۔

دوسروں کو حرام سے بچانے کا اس قدر اہتمام تھا کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے ان پر دو درہم کا جھوٹا دعویٰ کر دیا کہ ان کے ذمے میرے بقایا ہیں، حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ نے انکار کر دیا کہ میرے ذمہ تمہارے درہم بقایا نہیں، اس شخص نے کہا کہ کیا تم قسم کھا سکتے ہو؟ (اس کو یقین تھا کہ آپ دو درہم کی چھوٹی سی رقم کے لئے قسم نہیں کھائیں گے) لیکن ابن سیرین رحمہ اللہ نے قسم کھا لی اور کہا! واللہ میرے ذمہ تمہارا ایک درہم بھی نہیں ہے، لوگوں نے تعجب کیا کہ صرف دو درہم کے لئے آپ نے اللہ کی قسم کھا لی، حالانکہ ابھی چند دن پہلے آپ نے چالیس ہزار درہم کا ناپاک تیل صرف اس لئے ضائع کر دیا تھا کہ فروخت کرنے والا دوسروں کو فروخت کر دے گا، حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ نے کہا ''میں جانتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے اور میرے ادا کرنے پر وہ حرام کھانے کا مرتکب ہو گا اور میں نہیں چاہتا کہ کوئی مسلمان حرام مال کھائے، اس لئے میں نے اس کو حرام کھانے سے بچا لیا''۔

حدیث کو نقل کرنے میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے، اس بات کا پورا پورا اہتمام کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کو اسی طرح نقل کریں جس طرح منقول ہیں، صرف معنی ومفہوم کو ادا کرنا کافی نہیں سمجھتے تھے، جب حدیث شریف روایت کرتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ کسی چیز سے خوف کھا رہے ہیں۔

ابن سیرین رحمہ اللہ اپنی والدہ کی بہت زیادہ اطاعت کرنے والے اور خدمت گزار تھے، ان کی بہن فرماتی ہیں کہ ابن سیرین رحمہ اللہ کی والدہ حجازی تھیں، اس لئے انہیں رنگین اور نفیس کپڑوں کا بڑا شوق تھا، ابن

سیرین رحمہ اللہ کو والدہ کی خواہش کا اس قدر اہتمام تھا، کہ جب کپڑا خریدتے تو اس کپڑے کی لطافت اور خوبصورتی کو دیکھتے اس کی مضبوطی کا کچھ بھی خیال نہ کرتے، اپنی والدہ کے کپڑے خود دھویا کرتے تھے، اور اس خدمت میں کسی کو شریک نہ ہونے دیتے، والدہ کے سامنے اپنی آواز بلند نہ کرتے تھے، جب والدہ سے کوئی بات کرتے تو اس آہستگی کے ساتھ جیسے کوئی راز کی بات کر رہے ہوں، جس وقت اپنی والدہ کے سامنے ہوتے تو ان کی آواز اتنی پست ہوتی تھی کہ ناواقف آدمی انہیں بیمار خیال کرتا۔

آپ کی تیس اولادیں ہوئیں، لیکن ان میں سے صرف ایک عبداللہ نامی زندہ رہے باقی سب فوت ہو گئے، آخری عمر میں چالیس ہزار درہم کے مقروض ہو گئے تھے، اس کی بڑی فکر تھی، آپ کے صاحبزادے عبداللہ اس قرض کی ان کی ادائیگی کی ذمہ داری اپنے اوپر لے لی، اس سعادت مندی پر انہیں خوب دعائیں دیں، پھر وصیت فرمائی۔

> ”تم لوگ خدا کا خوف کرتے رہنا، آپس میں صلح قائم رکھنا، اگر مومن ہونے کا دعویٰ ہے تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنا، اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک دین منتخب کیا ہے اسی پر مرنا، اس بات پر دعویٰ نہ کرنا کہ تم دین میں انصار کے بھائی اور موالی ہو، سچائی اور عفت زنا اور جھوٹ سے بہتر اور پائیدار ہیں“

ان وصیتوں کے بعد ۱۱۰ھ میں مرض الموت میں مبتلا ہوئے، اور جمعہ کے دن وفات پائی۔

بصرہ شہر کی عبادت گذار خواتین میں سیدہ حفصہ رحمہا اللہ مشہور و معروف ولی اللہ خاتون تھیں، وہ فرماتی ہیں کہ ہمارے پڑوس میں مروان المحملی نامی ایک عبادت گذار اور شب بیدار بزرگ تھے، ان دنوں ان کا بھی انتقال ہو گیا تھا، میں نے خواب دیکھا کہ وہ بہت خوش وخرم ہیں، میں نے پوچھا کہ آپ کے رب نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ مروان المحملی نے فرمایا: مجھ کو معاف کر دیا گیا اور جنت کے اصحاب الیمین والے درجے میں رکھا گیا، حفصہ رحمہا اللہ فرماتی ہیں میں نے پوچھا اس کے بعد کیا ہوا؟ فرمایا کہ مقربین الٰہی میں شامل کر دیا گیا ہوں (یہ اہل جنت میں خاص لوگوں کا درجہ ہے جو باقی اہل جنت سے افضل ہونگے اور ان کا قیام عرش کے سامنے ہوگا) میں نے پوچھا کہ آپ نے وہاں کن کن لوگوں کو دیکھا ہے؟ فرمایا: حسن بصری اور محمد بن سیرین کو۔

پیارے بچو! ابوریحان

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

چڑیا گھر کے جانور

تقریباً دوسال پہلے لاہور کے چڑیا گھر میں ماں باپ اپنے چھوٹے ایک سالہ بچے کو لے کر گھومنے پھرنے کے لئے گئے ، یہ بچہ تین چار سال کے بعد بڑی امیدوں اور تمناؤں کے بعد پیدا ہوا تھا اور اپنے والدین کا ایک ہی اکلوتا بیٹا تھا، چڑیا گھر کے جس پنجرے میں ریچھ موجود تھا وہاں جا کر والد نے ہنسی مذاق میں اپنے ایک سالہ بیٹے کو گود میں لئے لئے ریچھ کی طرف اچھالنا شروع کردیا، پنجرے کے سوراخ اتنے بڑے تھے کہ بچے کا پاؤں اندر چلا جاتا تھا، ریچھ یہ سارا منظر بڑی توجہ کے ساتھ دیکھ رہا تھا، ریچھ نے بار بار بچے کے پیر کو اندر آتے ہوئے دیکھا تو اچانک جھپٹ کر بچہ کا پاؤں اپنے منہ میں دبوچ لیا، اور مضبوطی سے اپنے دانتوں میں دبالیا، یہ منظر دیکھ کر والدین سمیت وہاں پر موجود تمام لوگ گھبرا گئے اور پریشان ہوگئے ، والد نے جھٹکے وغیرہ مار کر بڑی کوشش کی کہ کسی طرح ریچھ کے منہ سے بچہ کا پاؤں چھوٹ جائے ، مگر ریچھ کے ارادے بڑے خطرناک معلوم ہورہے تھے، اور وہ کسی طرح بھی پاؤں منہ سے چھوڑنے کا نام نہیں لے رہا تھا، ادھر بچہ زور زور سے تکلیف کے مارے چیخ وچلا رہا تھا، کئی لوگوں نے پاؤں اور مختلف چیزیں مار کر ریچھ کو ہٹانا چاہا اور وہاں موجود پولیس والوں نے بندوق کا بٹ ریچھ کے منہ پر مار کر بھی بچے کو چھوڑوانے کی کوشش کی مگر تمام کوششیں رائیگاں گئیں ، بعض لوگوں نے ریچھ کو گولی مارنے کا بھی مشورہ دیا مگر انتظامیہ اور سرکاری اہل کاروں نے اس کی اجازت نہیں دی ، تھوڑی دیر بعد ہی لوگوں اور والدین نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا، کہ بچہ کا ایک حصہ والد کی گود میں رہ گیا اور دوسرا حصہ ریچھ نے پنجرے میں کھینچ لیا اور بچہ کے نچلے والے دھڑ کو اپنے پنجرے میں موجود پانی کے برتن میں لے جا کر ڈالدیا، اس طرح ایک سالہ معصوم بچہ نے دوحصوں میں تقسیم ہوکر جان دے دی ، اور چڑیا گھر کے خونخوار ریچھ کے آدم خور ہونے کی مثال پوری ہوئی ، والدین روتے رہے اور اپنی ''ہنسی میں گل پھنسی'' پر افسوس کرتے رہے مگر اب کیا ہوسکتا تھا۔ بچو! جانوروں کا کوئی دین ومذہب نہیں ہوتا ، اور انہیں ان معاملات کی تمیز نہیں ہوتی مگر انسان عاقل ہوکر بھی کبھی جانور سے گیا گزرا ہوجاتا ہے اور کھیل وتفریح میں اپنے ہی ہاتھوں اپنے مستقبل کو تباہ کرلیتا

Idara Ghufran

ہے، واقعہ سن کر اس طرح کی احمقانہ حرکتیں کرنے والوں کو بیدار ہو جانا چاہئے۔ یہ تو ایک بالکل چھوٹے اور ناسمجھ بچے سے متعلق واقعہ تھا، مگر آج کل تو بے شمار سمجھ دار اور بڑے بچے بھی جانوروں کو بلا وجہ چھیڑتے ہیں اور انہیں طرح طرح سے تکلیف پہنچا کر پریشان کرتے ہیں، بعضے بچے بٹے مار کر جانوروں کو تنگ کرتے ہیں، اور ان کے قریب جا کر ان سے چھیڑ چھاڑ، دھنگا مستی اور شرارت کرتے ہیں اور اسی دوران جانور حملہ آور ہو کر بہت سے چھیڑ چھاڑ کرنے والوں کو زخمی کر دیتا ہے۔

بچو! چڑیا گھر جانے کا مقصد یہ ہے کہ تم وہاں جا کر اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی طرح طرح کی مخلوق کو دیکھ کر اللہ کی قدرت اور اس کی بڑائی کو یاد کرو، اور سوچو کہ وہ کتنی بڑی ذات ہے جس نے قِسم قِسم کی مخلوق پیدا کر کے انہیں کس طرح انسان کے تابعدار بنا دیا، اگر اللہ تعالیٰ ان جانوروں کو انسان کے ماتحت اور تابعدار نہ بناتے اور ان کو انسانوں سے زیادہ عقل اور سمجھ بوجھ دے دیتے تو پھر کس طرح انسان ان جانوروں کو اپنے قابو میں کر سکتا تھا اور کس طرح ان کے حملوں سے بچ کر زندگی گزار سکتا تھا؟

اس لئے بچو! اگر تمہارا کبھی چڑیا گھر جانا ہو تو وہاں جا کر اللہ کی عجیب و غریب مخلوق کو دیکھ کر اللہ کو یاد کیا کرو اور جانوروں کو پریشان اور تنگ نہ کیا کرو، اور ان کو ہرگز بھی تکلیف نہ پہنچایا کرو، بے زبان اور معصوم جانوروں کو بلا وجہ اور خواہ مخواہ چھیڑنے اور انہیں تکلیف پہنچانے سے اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہوتے ہیں اور یہ جانور بھی اپنی زبان میں بددعا دیتے ہیں اور ان کی بددعا سے کوئی بڑی مصیبت اور پریشانی بھی آ جاتی ہے، اور بعض دفعہ انسان اس جانور کے حملہ کی زد میں بھی آ جاتا ہے۔

شب برأت کے پٹاخے اور آتش بازی

ہر سال شب برأت کے موقع پر بہت سے بچے پٹاخے خرید خرید کر بجاتے ہیں اور مختلف طریقوں سے آگ کا کھیل کھیلتے ہیں۔ یہ بچے جہاں ایک طرف اس بے ہودہ چیز میں فضول پیسے برباد کرتے ہیں تو دوسری طرف اپنی قیمتی جان کی بھی بازی لگا دیتے ہیں، ہاتھ، پاؤں، آنکھ، ناک وغیرہ جل جاتے ہیں، اور پھر ساری زندگی کے لئے معذور ہو جاتے ہیں، اور دوسروں کو بھی تکلیف پہنچاتے ہیں، پٹاخوں کے شور کی وجہ سے بیماروں کو سونا اور آرام کرنا مشکل ہو جاتا ہے، نماز پڑھنے والوں کو مشکل پیش آتی ہے، اور یہ ساری چیزیں بہت بڑا گناہ ہیں۔ لہٰذا پٹاخوں اور آگ سے ہرگز نہیں کھیلنا چاہئے

Idara Ghufran

بزمِ خواتین مولانا محمد امجد

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

● مسلمانوں کا معاشرتی بگاڑ اور خواتین (قسط۲)

معزز خواتین! پچھلی قسط میں معاشرتی بگاڑ کی اصل بنیادوں کی کسی قدر نشاندہی کی گئی تھی، آج کی بزم میں ان کھوکھلی بنیادوں پر اٹھان پانے والے معاشرتی رسوم ورواج کو شرعی کسوٹی پر جانچا جائے گا اور رسوم کرنے والوں کے اغراض واحوال کو پرکھا جائے گا اور صحت وفساد کو واضح کیا جائے گا۔ تاکہ صحیح اور غلط میں امتیاز ہو جائے۔ (لِیَمِیْزَ اللّٰہُ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّب۔ ترجمہ: تاکہ جدا کر دیں اللہ تعالیٰ خبیث کو طیب سے) اور غلط چیز غلط ہی رہتی ہے خواہ اس کا کتنا ہی رواج ہو جائے (لَایَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَ الطَّیِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَکَ کَثْرَۃُ الْخَبِیْثُ المائدہ آیت ۱۰۰۔ ترجمہ خبیث اور طیب مساوی نہیں ہو سکتے اگر چہ اے مخاطب خبیث (چیز یا عمل) کی کثرت تجھے کتنی ہی بھاتی ہو)

اور جب حق واضح ہو جائے تو وہی اس بات کا حقدار ہے کہ اس کی اتباع کی جائے۔ کیونکہ حق کے ماسوا صرف باطل ہی ہے۔ حق کو چھوڑنا ہی باطل میں مبتلا ہونے کو لازم ہے۔ باطل میں مبتلا ہونے کے لئے کوئی مستقل عزم وارادہ اور منصوبہ بندی ضروری نہیں (فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ۔ ترجمہ حق کے ورے تو صرف گمراہی ہے)

آمدم برسرِ مطلب! معاشرتی زندگی کا ایک اہم مرحلہ منگنی، نکاح اور شادی کا موقعہ ہے، دین اسلام میں شادی بیاہ کا عمل بہت آسان اور سادہ ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) لڑکا لڑکی جب بالغ ہو جائیں تو جلد سے جلد ان کے رشتہ کی فکر کی جائے (۲) مناسب رشتہ ملنے پر نکاح کر دیا جائے، بلاوجہ نکاح میں تاخیر نہ کی جائے (مناسب رشتہ ملنے کا شرعی معیار یہ ہے کہ لڑکے میں کچھ دینداری ہو اور وہ نیک خلق ہو بیوی کے نان نفقہ وغیرہ کے ضروری حقوق ادا کر سکتا ہو) (۳) منگنی کی شرعی حیثیت نکاح کے وعدے کی ہے لہٰذا مناسب رشتہ میسر آ جانے پر بات طے کرنے کے لئے دونوں طرف کے کچھ ذمہ دار حضرات مل بیٹھ کر نکاح کی تفصیلات واضح کر کے رشتہ طے کر لیں، بس ''نہ ھینگ لگے نہ پھٹکری''، منگنی کا عمل مکمل ہو گیا (۴) رخصتی ہو جانے پر ولیمہ کھلانا سنت ہے، اپنی حیثیت، وسعت

اورسہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے سادگی کے ساتھ بغیر کسی تکلف کے اپنے عزیز واقارب، احباب ومتعلقین جوحسب موقع موجود ہوں ان کوکھانا کھلا دیا جائے (۵) والدین وغیرہ بچی کو جہیز کے طور پر خوشدلی سے جوکچھ دیں اس کی شرعی حیثیت والدین کی طرف سے اپنی بچی کے لئے عطیہ اور ہدیہ ہونے کی ہے لیکن یہ والدین پر لازمی حق نہیں ہے کیونکہ شریعت نے نکاح کے نتیجہ میں ساری مالی ذمہ داریاں شوہر پر عائد کی ہیں، نان نفقہ، حق مہر، رہائش، ضروریات وغیرہ تمام امور مرد کے ذمہ ہیں۔

لہٰذا والدین اگر بیٹی کو عطیہ اور ہدیہ دینا چاہیں تو اس میں عطیہ اور ہدیہ کی حدود کوملحوظ رکھنا ضروری ہوگا، مثلاً یہ کہ اس عطیہ کو میراث میں ان کے حصے کا بدل سمجھ کر میراث سے ان کو محروم نہ کیا جائے، جہیز فراہم نہ ہونے کی وجہ سے یا جہیز کی تیاری کے لئے شادی میں غیر معمولی تاخیر نہ کی جائے (ج) اپنی وسعت اورسہولت کے مطابق موقعہ پر جوکچھ فراہم کرسکیں بس اتنا دے دیں، اس کے لئے سودی یا غیر سودی بڑے بڑے قرض نہ لئے جائیں (د) جہیز دینے یا جہیز میں چیزوں کے انتخاب کا محرک معاشرے کا جور وجبر، برادری کی لعن طعن، نمود ونمائش اور خاندان میں ناک اونچی کرنے کا جذبہ نہ ہو۔

اب نکاح شادی کے اس سیدھے سادے شرعی دستور العمل کا تقابل ہم مسلمان اپنی مروجہ شادیوں کے پورے نظام سے کریں تو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا اللہ کے دین کے مقابلے میں ہم نے ایک پورا دین گھڑ لیا ہے۔ معاشرتی ومعاشی تباہی پر مشتمل رسوم ورواج کا ایک لمبا چوڑا سلسلہ ہے جن کو نسل درنسل لگے بندھے طریقے سے پورے اہتمام والتزام کے ساتھ ہم یوں ادا کرتے چلے جاتے ہیں کہ اگر ان رسوم میں معمولی اونچ نیچ ہوگئی تو شاید قیامت برپا ہوجائے گی۔

ذرا ان غیر شرعی رسوم ورواج کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔

(۱)...... اپنی قوم، برادری یا مالدار وصاحب حیثیت رشتہ کے انتظار اور لالچ کی وجہ سے بروقت رشتہ نہ کرنا اسی طرح جہیز کی فراہمی کی غرض سے رشتہ میں غیر معمولی تاخیر کرنا خواہ اس انتظار میں اولاد کے بال سفید ہوجائیں، ان کی جوانی کی امنگیں دم توڑ دیں، وہ نفسیاتی مریض بن جائیں، یا بے راہ روی، اخلاق باختگی اور آوارہ گردی کا شکار ہوں ان کی بلا سے۔

(۲)...... منگنی کو ایک ضروری عمل سمجھنا اور شادی کی سی ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ اسے انجام دینا (حالانکہ اس کی زیادہ سے زیادہ حیثیت نکاح کا وعدہ ہونے کی ہے، جو زبانی اور خط کے ذریعہ بھی ہوسکتا ہے اگر تقریب ہی

کرنی ہوتو بغیر کسی خاص اہتمام کے دونوں طرف سے چند ذمہ دار حضرات جمع ہو جائیں اور مل بیٹھ کر خوش گوار انداز میں رشتہ کے لئے عہد معاہدہ اور شرائط طے کرلیں۔

(۳)......بہت زیادہ حق مہر صرف رسم ورواج کی وجہ سے یا اپنی ناموری کے لئے مقرر کرنا اور پھر بعد میں ادائیگی پر قادر نہ ہونا لہٰذا اس کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا یا عورت سے کہہ سن کر معاف کرا دینا جو بہت بڑا ظلم ہے

(۴)......ولیمے میں اپنی طاقت سے بڑھ کر خرچ کرنا اور بے فائدہ تکلفات اور فضول خرچی کرنا، جس کے لئے قرض بلکہ بعض دفعہ سودی قرض تک لینے سے نہ چوکنا۔

(۵)......نکاح، منگنی، شادی کے موقع پر بے پردگی، گانا بجانا، تصویریں کھنچوانا اور مووی (فلم) بنانا، دلہن کو مایوں بٹھانا اور اس عمل میں بھی مختلف قسم کی رسمیں کرنا، بری لے جانا، عزیز واقارب کے غیر محرم مردوں کو دلہن کا چہرہ دکھانا، نیوتہ ونیندرہ کا لین دین کرنا جس کی صورت تو ہدیہ وتحفہ کی ہوتی ہے لیکن حقیقت قرض کی ہوتی ہے، اور قرض کے بارے میں شرعی احکام یہ ہیں کہ ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے قرض لیا جائے، ادائیگی پر قادر ہوتے ہی جلد از جلد ادائیگی کی جائے، اور قرض پر اضافہ سود ہے اس سے ہر حال میں بچا جائے، لیکن یہ نیوتہ ایسا قرض ہے کہ ضرورت کی وجہ سے نہیں بلکہ رسم کی وجہ سے لیا دیا جاتا ہے مجبوری کی بناء پر نہیں بلکہ ہنسی خوشی اور شوق پورا کرنے کے لئے لیا جاتا ہے، اور واپسی بھی اس قسم کی تقریب میں ہی ہوسکتی ہے کسی دوسرے وقت نہیں خواہ وہ لینے والا اس تقریب سے پہلے ہی فوت ہو کر قرض کا وبال اپنی گردن پر لے کر جائے اور چونکہ اس کو معروف قرض کی طرح نہیں سمجھا جاتا اس لئے مرنے کے بعد اس کے وارثوں کی طرف سے اس قرض کی ادائیگی کا اہتمام بھی نہیں ہوتا نتیجتاً ہمیشہ کے لئے ایک حق العباد کا بھاری گناہ اپنے سر لے لیتا ہے اور پھر ادائیگی میں اگر لینے کی بنسبت زیادہ ادائیگی عرفاً ضروری سمجھی جاتی ہو تو سود کا گناہ بھی شامل ہو گیا، اندازہ لگاؤ کہ جب شادی کی بیسیوں رسموں میں سے ایک ایک رسم کے اندر ایسے درجنوں کبیرہ گناہ جمع ہوں اس سے ہماری خانہ آبادی عمل میں آئے گی یا خانہ بربادی، اور غضب بالائے غضب یہ کہ ایسے ایسے کبیرہ گناہوں پر مشتمل رسوم کو گناہ ثواب سے مستثنٰی محض اپنا ایک ثقافتی عمل قرار دے کر ٹھنڈے پیٹوں ہضم کرلیا جاتا ہے اور اس طرح توبہ کی توفیق سے بھی محرومی ہو جاتی ہے جو ان نافرمانیوں کی تلافی کا آخری موقع تھا، اس طرح گویا کہ در پردہ گناہ کو گناہ کے دائرے سے نکال دیا جاتا ہے، جو کہ درحقیقت اتنی بڑی جسارت ہے کہ آدمی کو ایمان سے بھی محروم کرسکتی ہے اس کے علاوہ ہر ہر رسم

کی پشت پر نمود ونمائش دکھلاوا، ناموری، شہرت، برادری کے لعن طعن سے بچنے اور اپنی ناک اونچی رکھنے کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے، اور یہ تمام باتیں گناہوں کی فہرست میں داخل ہیں۔ یہ تو شادی بیاہ کے رسوم میں دینی خرابیوں کا جائزہ تھا اب ذرا دنیوی یعنی معاشرتی تباہ کاریوں کی بھی ایک جھلک ملاحظہ ہو بروقت شادی نہ ہونے کی وجہ سے بعض دفعہ اولاد کا بے راہ روی اور بری عادتوں میں مبتلا ہونا جو بسااوقات جنم بھر کا روگ بن جاتی ہیں اور جسم وجان، صحت، صلاحیت، مال ودولت اور وقت ہر چیز ان عادتوں کے نتیجے میں داؤپر لگ جاتی ہے۔

(۲)......رشتہ کے انتخاب میں سیرت وکرداراور چال چلن سے زیادہ مال ودولت، عہدہ ومنصب، اور دیگر خارجی ومصنوعی ترجیحات کوملحوظ رکھ کر رشتہ کرنا جس کی وجہ سے بعد میں دونوں میں سے کسی ایک فریق کی بدکرداری وبداطواری، برے چال چلن اور نامناسب طرز عمل کی وجہ سے نباہ نہ ہونا، اور نتیجتاً زندگی سے سکھ چین اور اطمینان ختم ہوجانا اس طرح زندگی سلگتا ہوا انگارہ بن کر آدمی کو دنیا میں ہی جہنم کا نمونہ دکھا دیتا ہے اور نقد عذاب کا مزہ چکھا دیتا ہے، وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (القلم آیت ۳۳)

(۳)......شادی بیاہ وغیرہ کے ان تمام رسموں کے بے تحاشا اخراجات اور شاہانہ مصارف پورے کرنے کے لئے قرض کا بوجھ اپنے سر لینا یا حرام ذرائع سے مال حاصل کرنا جیسے رشوت، خیانت، ملاوٹ، جھوٹ، دغابازی، وعدہ خلافی وغیرہ کے ذریعے، تاجر، دوکاندار، ملازم وغیرہ کا اپنی اپنی فیلڈ اور میدان میں کرپشن اور حرام خوری کرنا، اور اس کے نتیجے میں پورے معاشرے میں بے چینی، بے اطمینانی بے برکتی، خودغرضی، مہنگائی کا پھیل جانا۔ پھر جب اپنے کیئے کا یہ کڑوا پھل ہمیں چکھنا پڑتا ہے تو ہم چیختے ہیں واویلا کرتے ہیں، لیکن عین اس تباہی کی حالت میں بھی اصل مرض اور اس کے ازالہ وعلاج سے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرکے، طرح طرح کی وقتی اور مصنوعی تدبیریں کرتے ہیں جیسے تعویز تلے، وظیفے، کچھ صدقہ خیرات وغیرہ لیکن اصل جرم جو ان خلاف شرع رسوم ورواج کی شکل میں اللہ کی نافرمانی اور اس کے احکام سے بغاوت کا تھا اس سے باز آنے کا ارادہ ہمارے خواب وخیال میں بھی نہیں ہوتا اس طرح دین سے دوری اور اللہ تعالیٰ کی مسلسل نافرمانی کی وجہ سے گویا کہ مت ماری جاتی ہے، کچھ سجھائی ہی نہیں دیتا، صحیح غلط یا جائز ناجائز کی تمیز اور مرض وعلاج کا احساس وشعور ختم ہوجاتا ہے اور اپنے کرتوتوں وکارناموں کے نتیجے میں پیش آنے والی ان دنیوی تباہیوں سے نکلنے کے لئے ہم اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار مار کر تھک جاتے ہیں

لیکن اندھیرے ہوتے ہیں کہ ختم ہونے کا نام نہیں لیتے (وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْراً فَمَالَہٗ مِنْ نُوْر) بلکہ تہہ در تہہ اندھیرے ہوتے ہیں، اندھیروں پر اندھیروں کا غلاف چڑھا ہوتا ہے، بعینہٖ جس طرح ہماری سیہ کاریوں پر سیہ کاریوں کے غلاف چڑھے ہوتے ہیں کہ رسم میں رسم در رسم اور پھر ہر رسم میں گناہ در گناہ اس طرح قانون مکافاتِ عمل دنیا میں ہی ہم پر ایک درجہ میں نافذ ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہم پر صادق آ جاتا ہے" ترجمہ: یا مانند اندھیروں کے، گہرے سمندر میں کہ ڈھانپ رکھا ہو اس کو موج نے اس کے اوپر دوسری موج اس کے اوپر بادل ہوں، اندھیارے ہیں کہ بعض بعض پر چڑھے ہوئے ہیں

اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰہُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِہٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِہٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌ بَعْضُھَا فَوْقَ بَعْضٍ

شادی کی یہ رسمیں تو ایک جھلک تھی ہماری معاشرتی زندگی کی ورنہ فوتید گی اور دیگر موقعوں پر ہم جو کچھ کرتے ہیں وہ بھی تو کچھ کم نہیں۔ اور آخر میں ...... اے خواتین! اپنے گریبانوں میں ذرا جھانک کے دیکھ لو! ان رسموں میں آپ کا کتنا حصہ ہے؟ کیا اب بھی آپ ان رسموں کو نہیں چھوڑیں گی؟۔

آپ کے دینی مسائل کا حل

دارالافتاء

دور دراز کے گُم نام مدرسوں کے سفیروں کو زکوٰۃ دینا

ســــوال : مختلف دور دراز علاقوں سے مدارس کے حضرات چندہ لینے کے لئے آتے ہیں جو آکر اپنے مدرسے کی ضروریات واخراجات کی تفصیلات بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارے ذمہ اتنا قرضہ ہے یہاں تک کہ بعض مدرسہ والوں کی طرف سے ایسے خطوط بھی موصول ہوتے ہیں ،جن میں لکھا ہوا ہوتا ہے کہ ہم نے استخارہ کیا ہے اور ہمیں آپ کی طرف رجوع کرنے کا اشارہ ملا ہے اور حالات ایسے ہیں کہ ان لوگوں کے بارے میں تحقیق بھی نہیں ہوسکتی کہ وہ واقعی مدرسہ چلانے والے ہیں یا نہیں اور ان کے ہاں زکوٰۃ کے مصارف ہیں بھی یا نہیں اور صحیح مصرف میں زکوٰۃ وغیرہ لگانے کا اہتمام ہے بھی یا نہیں ،ایسے حالات میں کیا مدارس کے نام سے آنے والے ایسے نامعلوم حضرات کو اور گمنام مدرسوں کے نام پر زکوٰۃ وغیرہ دینا درست ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب: زکوٰۃ کا مستحق وہ عاقل بالغ مسلمان ہوتا ہے، جو نصاب کا مالک نہ ہو اور نصاب سے مراد یہ ہے کہ آدمی کی ملکیت میں سونا، چاندی، نقدی (روپیہ پیسہ) مالِ تجارت اور ضرورت سے زائد سامان ان پانچ چیزوں میں سے کوئی ایک چیز یا ایک سے زیادہ چیزیں تھوڑی تھوڑی ملا کر اتنی نہ ہوں کہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تک پہنچ جائیں ۔زکوٰۃ ایک اہم مالی فریضہ ہے جس شخص پر زکوٰۃ لازم ہو زکوٰۃ نکالنے کے ساتھ ساتھ اس کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ مستحق تک پہنچانے کا اہتمام کرے، ورنہ بے احتیاطی کرنے کی وجہ سے بعض دفعہ زکوٰۃ ادا ہی نہیں ہوتی شریعت کا حکم زکوٰۃ ادا کرنے کا ہے، جسے چاہیں اسے دے دینے کا نہیں اور ظاہر ہے کہ ادا کرنے کے مفہوم میں صحیح مصرف تلاش کرنا اور اس کا انتخاب کرنا بھی شامل ہے ۔دینی مدارس میں عام طور پر غریب مسافر طلبہ ہوتے ہیں جن کے قیام وطعام کے اخراجات مدارس پورے کرتے ہیں ،اس لئے ان مدارس میں زکوٰۃ کے مال سے تعاون کرنے سے زکوٰۃ اپنے مصرف تک پہنچ جاتی ہے اور اس میں زکوٰۃ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ دین اور علومِ دین کی حفاظت و اشاعت میں بھی تعاون کرنے کا حصہ شامل ہو جاتا ہے، جو ایک مستقل صدقۂ جاریہ ہے، اس طرح دوگنا

اجر حاصل ہو جاتا ہے۔یعنی ایک مستحق کا تعاون، دوسرے دین کی اشاعت وحفاظت کے عمل میں شمولیت، لہٰذا مدارس میں تعاون کرنا مالی فریضہ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ دین کی اشاعت اور حفاظت کے اسلامی اجتماعی فریضہ کی ادائیگی کا ذریعہ بھی ہے۔لیکن ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ مدرسہ کے حالات کا بقدرِ ضرورت علم ہواوراس پر اطمینان بھی ہو،اس لئے دور دراز شہروں سے کوئی گمنام شخص جو اپنے آپ کو مدرسہ کا سفیر ظاہر کر کے چندہ مانگے تو جب تک اس پر اطمینان نہ ہواور جس مدرسہ کا اپنے آپ کو نمائندہ ظاہر کر رہا ہے اس مدرسہ کے متعلق بھی اس چندہ مانگنے والے کے تعارف کے علاوہ کسی اور معتبر ذریعہ سے کوئی معلومات نہ ہوں تو ایسے لوگوں کو چندہ دینا احتیاط کے خلاف ہے، کیونکہ اس عنوان سے جعل سازی کے مختلف واقعات سامنے آئے ہیں،بعض اوقات اس نام کے مدرسہ کا وجود نہیں پایا گیا جس کے نام کا چندہ جمع کیا جاتا رہا، یا یہ کہ اس متعلقہ مدرسہ میں تعلیمی وانتظامی خامیوں اور مالیات کا معاملہ گڑبڑ ہونے کے باعث چندہ اور تعاون نامناسب جگہ پہنچتا رہا۔

سوال کے ساتھ منسلکہ خط میں جس انداز سے تعاون کی درخواست کی گئی ہے یہ طریقہ بذاتِ خود شریعت کے اصولوں اور دین کی عظمت اور عزتِ نفس کے خلاف ہے کسی معتبر مدرسہ کے دیانتدار اور صاحبِ علم کارکن سے اس طرح مانگنے کی توقع بھی نہیں کی جاسکتی۔اس لئے زکوٰۃ ایسے غیر واضح اور غیر مصدقہ وغیر تحقیقی مدارس میں دینے کے بجائے بطورِ خود علمائے حق کے زیرِ نگرانی بہتر تعلیم وتربیت فراہم کرنے والے دینی مدارس میں دینی چاہیئے اور پھر اس میں بھی دُور دراز شہروں کے مدارس کے بجائے اپنے قریبی مستحق مدارس میں دینے کی فضیلت زیادہ ہے،اگر بطورِ خود کسی کو اصل مستحقین کی تحقیق دشوار ہو تو اس کے لئے کوئی قابل اعتماد دیانت دار شخص منتخب کر کے یہ کام اس کے سپرد کیا جاسکتا ہے۔

انما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها والمؤلفة قلوبهم وفى الرقاب والغارمين وفى سبيل الله وابن السبيل فريضة من الله والله عليم حكيم(التوبة آيت ٦٠) ✪ للفقرآء الذين احصروا فى سبيل الله لا يستطيعون ضربافى الارض يحسبهم الجاهل اغنياء من التعفف تعرفهم بسيماهم لا يسئلون الناس الحافاوما تنفقوا من خير فان الله به عليم(البقرة آيت نمبر ٢٧٣) (والتفصیل فی معارف القرآن ج۴ص۴۱۱تا۴۱۳،تفسیر مظہری ج۱ص۳۹۲،روح المعانی ج۲ص۴۶) ✪ وعن معاوية قال قال رسول الله ﷺ لاتلحفوا فى المسئلة فوالله لايسألنى احدمنكم شيئاً فتخرج له مسئلته منى شيئاً واناله كاره فيبارك له فيما اعطيته (رواه مسلم ،مشكوٰة ص ١٦٢ باب من لاتحل له المسئلة ومن تحل له)وفى ذيله فى المرقاة ج ٤ ص ١٧٤ :واختلف اصحابنافى مسئلة القادرعلى الكسب على وجهين اصحهماانها حرام لظاهر الاحاديث والثانى حلال مع الكراهة بثلاثة شروط ان لايذل نفسه ولايلح فى السوال ولايكلف بالمسئول

فان فقد احدالشروط فحرام بالاتفاق ✪ عن حکیم بن حزام قال سألت رسول اللہ ﷺ فاعطانی ثم سألته فاعطانی ثم قال لی یاحکیم ان هذاالمال خضر حلوفمن اخذه بسخاوة نفس بورک له فیه ومن اخذه باشراف نفس لم یبارک له فیه وکان کالذی یاکل ولایشبع الخ (مشکوٰة ۱۶۲، مرقاة ج ۴ ص ۱۷۵)
✪ اذا دفع الصدقة الی انسان علی علم منه بحاله انه محل الصدقة فاما اذالم یعلم بحاله ودفع الیه فهذا علی ثلثة اوجه فی وجه هو علی الجواز حتی یظهر خطأه وفی وجه علی الفساد حتی یظهر صوابه وفی وجه فیه تفصیل علی الوفاق والخلاف اماالذی هوعلی الجواز حتی یظهرخطأفهوان یدفع زکاة ماله الی رجل ولم یخطر بباله وقت الدفع ولم یشک فی امره فدفع الیه فهذا علی الجواز الااذاظهر بعدالدفع انه لیس محل الصدقة فحینئذلایجوز لان الظاهر انه صرف الصدقة الی محلها حیث نوی الزکاة عندالدفع والظاهر لایبطل الابالیقین فاذاظهر بیقین انه لیس بمحل الصدقة ظهرانه لم یجز وتجب علیه الاعادة ولیس له ان یسترد مادفع الیه ویقع تطوعاً حتی انه لوخطربباله بعدذالک وشک فیه ولم یظهرله شئی لاتلزمه الاعادة لان الظاهر لایبطل بالشک واماالذی هوعلی الفساد حتی یظهر جوازه فهوانه خطربباله وشک فی امره لکنه لم یتحرولا طلب الدلیل اوتحری بقلبه لکنه لم یطلب الدلیل فهو علی الفساد الااذا ظهرانه محل بیقین اوبغالب الرأی فحینئذ یجوز لانه لماشک وجب علیه التحری والصرف الی من وقع علیه تحربه فاذا ترک لم یوجد الصرف الی من امر بالصرف الیه فیکون فاسداالا اذظهر انه محل فیجوز واماالوجه الذی فیه تفصیل علی الوفاق والخلاف فهوان خطر بباله وشک فی امره وتحری ووقع تحریه علی انه محل الصدقة فدفع الیه جاز بالاجماع، وکذا ان لم یتحر ولکن سأل عن حاله فدفع اوراٰه فی صف الفقراء اوعلی زی الفقراء فدفع فان ظهرانه کان محلاً جاز بالاجماع ،وکذااذالم یظهر حاله عنده واما اذا ظهر انه لم یکن محلاً بان ظهرانه غنی اوهاشمی او مولیٰ لهاشمی اوکافر اووالد اومولود اوزوجة یجوز وتسقط عنه الزکاة فی قول ابی حنیفة ومحمد ولاتلزمه الاعادة وعندابی یوسف لایجوز وتلزمه الاعادة الخ (البدائع والصنائع ج ۲ ص ۵۰ ،وهکذا فی البحرالرائق ج ۲ ص ۲۴۷) ✪ وفی المراقی وکره نقلها بعد تمام الحول لبلد آخرلغیر قریب واحوج واورع وانفع للمسلمین بتعلیم والافضل صرفها للاقرب فالاقرب ،و فی ذیله فی الطحطاوی (وکره نقلها) ای تحریماً ولوالی مادون مسافة القصر (بعد تمام الحول)اما المعجلة ولو لفقیر غیر احوج ومدیون فتنتفی الکراهة فیها . بحر ✪ ولاینبغی دفعها لمن علم انه ینفقها فی سرف اومعصیة وقال ابو حفص الکبیر انه لایصرفها لایصلی الا احیانا وان اجزاه (طحطاوی علی المراقی ص ۳۹۴،والتفصیل المزید فی البحرالرائق ج ۲ ص ۲۵۰ وایضاً فی تبیین الحقائق شرح الکنز لزیلعی ج ۱ ص ۳۰۴) ✪ ویکره اخراج الصدقة الی فقراء بلدة اخری الاان یخرجها الی اقربائه کذاروی عن ابی حنیفه الا اذابعث الی فقراء مصرآخر قبل تمام الحول ثم تم الحول علی المال فی البلدالذی بعث الیه فحیئنذیجوزله ذالک (خلاصة الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۴۱) ✪ واما لوتحری فدفع لمن ظنه غیرمصرف او شک ولم یتحرلم یجز حتی یظهر انه مصرف فیجزیه فی الصحیح (رد المحتار ج۲ ص ۳۵۲) (کذافی الطحطاوی علی المراقی ص ۳۹۳، خلاصة الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۴۲،احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۲۹۰،خیر الفتاویٰ ج ۳ص ۳۹۸) فقط واللہ اعلم محمد امجد حسین ۱۴۲۵/۸/۴ھ دارالافتاء ادارہ غفران راولپنڈی

الجواب صحیح: محمد رضوان۔ ۱۴۲۵/۸/۵ھ ادارہ غفران، راولپنڈی۔

Idara Ghufran

کیاآپ جانتے ہیں؟ م۔ر۔ن

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

ناپاک کپڑوں کو دھوتے وقت پاک کرنے کا طریقہ

عام طور پر گھروں میں پاک اور ناپاک کپڑے ایک ساتھ ملا کر دھوئے جاتے ہیں اور پھر پاک کرنے کے بارے میں طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے بہتر تو یہ ہے کہ پاک اور ناپاک کپڑوں کو الگ الگ دھویا جائے، اس صورت میں پہلے سے پاک کپڑوں کو دھوتے وقت دوبارہ پاک کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی بلکہ ان کا صاف کرنا کافی ہوگا۔

خواتین وحضرات اگر اپنے کپڑوں کو پاک رکھنے کا اہتمام کریں تو کوئی مشکل نہیں، اگر کسی وقت کپڑے ناپاک ہوجائیں تو ان کو اسی وقت پاک کردیا کریں اور دھلنے کے لئے بھی پاک کر کے ہی چھوڑا کریں، کیونکہ خود انسان کو اپنے کپڑوں کے ناپاک ہونے کا جتنا علم ہوتا ہے اتنا علم کسی دوسرے کو اور دھونے والے کو بھی نہیں ہوتا، ہر ناپاکی کا نظر آنا بھی ممکن نہیں اور فرداً فرداً ہر کپڑے کو دھوتے وقت غور سے دیکھنا بھی مشکل ہے، پھر کسی دوسرے کے سامنے بعض نظر آنے والی ناپاکی مثلاً منی وغیرہ کا ظاہر کرنا بھی مناسب نہیں، گھر میں ہر طرح کے مرد وعورت موجود ہوتے ہیں، ایک دوسرے سے حیاء اور پردہ کا باقی رکھنا بھی ضروری ہے۔ لیکن اگر کوئی اس پر عمل نہ کرے تو پھر آج کل کی کپڑے دھونے والی مشین میں ناپاک کپڑوں کو پاک کرنے کی آسان صورت یہ ہے کہ پہلے کپڑوں سے میل وکچیل کو اچھی طرح صاف کر کے الگ رکھا جائے اور پھر ایک مرتبہ مشین میں صاف پانی جمع کر کے اس میں صاف کپڑوں کو ڈالا جائے اور اوپر سے اس میں پاک پانی چھوڑا جائے اور نیچے سے پانی جاری کردیا اور نکالا جائے اس طرح آناً فاناً چلتا پانی ہوکر مشین میں موجود سب کپڑے پاک ہوجائیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔

نماز کے بعد اونچی آواز میں دعا مانگنے کا رواج

دعا کے بارے میں اصل قاعدہ یہ ہے کہ خفیہ اور آہستہ مانگی جائے، خصوصاً نماز باجماعت کے بعد جبکہ بہت سے لوگ اپنی چھوٹی ہوئی نماز پڑھنے میں مصروف ہوں اس وقت اونچی آواز سے دعا کرنے سے پرہیز کرنا

Idara Ghufran

چاہیئے ، اور جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان نمازوں کے بعد مختصر دعا پر اکتفا کر کے سنتوں میں مشغول ہو جانا چاہیئے ، اور کیونکہ جمعہ کی نماز میں بھی سنتیں ہیں اس لئے جمعہ کی نماز کے بعد بھی مختصر اور خفیہ دعا کرنی چاہیئے ، البتہ کبھی کبھار دعا اونچی آواز میں تعلیم کی غرض سے کر لینے میں حرج نہیں۔ آج کل عام طور پر مساجد میں ائمہ حضرات لگے بندھے اور رٹے رٹائے الفاظ میں بلند آواز سے دعا کرتے ہیں اور اس کا انہوں نے مستقل معمول اور رواج بنالیا ہے اس کو دعا کرنے کے بجائے دعا پڑھنا کہنا چاہیئے ، کیونکہ نہ تو مقتدیوں کو علم ہوتا ہے کیا دعا کی جارہی ہے اور نہ ہی امام صاحب کو کہ وہ کیا دعا کر رہے ہیں ، لگے بندھے الفاظ زبان سے ادا کرنے کا نام دعا رکھ لیا گیا ہے ، ہر شخص کی ضرورت وحاجت مختلف ہوا کرتی ہے اور اس طرح بلند آواز سے دعا کرنے میں سب لوگوں کی ضروریات کا لحاظ نہیں ہوتا ، اور ویسے بھی نماز کے بعد ہر ایک کو اپنی اپنی انفرادی دعا کا حکم ہے ، لہٰذا دعا آہستہ اور خفیہ آواز میں کرنی چاہیئے۔

جنازہ میں نماز والی ثناء اور درود پڑھنے کا حکم

جنازہ کی نماز میں خاص دعا سے پہلے ثناء اور درود شریف پڑھنا سنت ہے ، لیکن شریعت کی طرف سے جنازہ میں کوئی خاص ثناء اور خاص درود شریف پڑھنا ضروری نہیں احادیث وروایات سے ثابت شدہ جو ثناء اور جو درود بھی پڑھ لیا جائے جنازہ کی نماز ادا ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی جنازہ میں نماز والی ثناء (سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَااِلٰهَ غَیْرُکَ) پڑھے اور نماز والا درودِ ابراہیمی پڑھ کر پھر جنازہ والی خاص دعا پڑھ لے تب بھی جنازہ کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

لہٰذا جو حضرات جنازہ میں خاص ثناء (سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ وَلَااِلٰهَ غَیْرُکَ) اور خاص درود (اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍوَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَاصَلَّیْتَ وَسَلَّمْتَ وَبَارَکْتَ وَارْحَمْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ) پڑھنے کو لازمی قرار دیتے ہیں اور جس کو یہ دونوں چیزیں نہ آتی ہوں اس کی نماز جنازہ پڑھنے کو غلط ٹھہراتے ہیں وہ خود غلطی پر ہیں ، اگر کسی کو یہ خاص ثناء اور خاص درود یاد نہ ہو تو اسے ہرگز بھی جنازہ کی نماز سے محروم نہیں ہونا چاہیئے اور اسے جنازہ کی نماز میں نماز والی ثناء اور نماز والا درود پڑھ کر جنازہ والی دعا پڑھ لینی چاہیئے۔

حیرت کدہ

مولانا محمد امجد

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

بابل ونینوا سے بغداد تک (قسط اول)

''وہ جنت ارضی، سلامتی کا شہر، قبۃ الاسلام، اصحاب کمال کا مرکز قدردانی، شہروں کا سرتاج، عراق کی آنکھ کا تارا، مستقرِ خلافت، محاسن وطیبات کا مرکز، لطائف وظرائف کا معدن ہے، یہاں ہرفن کے کاملین اور ہرجنس کے ماہرین موجود ہیں''

یہ بلیغ تبصرہ الف لیلائی شہر بغداد کے متعلق ساتویں صدی ہجری کے نامور جغرافیہ دان یاقوت حموی نے اپنی مایہ ناز کتاب ''معجم البلدان'' میں تاتاریوں کے ہاتھوں سقوط بغداد سے ذرا پہلے کیا تھا، آج کے خزاں رسیدہ بغداد کے دور شباب اور فصل گل کی تھوڑی سی مزید جھلک ملاحظہ ہو۔

یہ عظیم الشان شہر سرزمین بابل ونینوا یعنی ہزاروں سال کی تہذیبوں کے مدفن اور انبیاء کے مسکن وادی دجلہ وفرات کے ایک زرخیز خطہ میں دریائے دجلہ کے کنارے عباسی خلیفہ منصور نے آباد کیا تھا، سب سے پہلے ماہر وسربرآوردہ مہندسین (انجینئروں) سے اس کا نقشہ بنوایا، اور مختلف ملکوں سے تعمیر کا سامان، ماہر معمار اور یگانہ روزگار کاریگر اکھٹے کئے گئے۔ ۱۴۵ھ میں اس کی تعمیر شروع ہوئی، ایک لاکھ مزدور اور کاریگر روزانہ کام کرتے، بغداد کا نقشہ مدور (گول) تھا اس طرح یہ عالم اسلام کا پہلا مدور شہر تھا، شہر کے وسط میں قصر خلافت تھا جس کے ساتھ جامع مسجد تھی، اس کے آس پاس دور تک پولیس اور حفاظتی سپاہ کی چوکیوں کے علاوہ اور کوئی آبادی نہ تھی، اس کے بعد شاہزادوں کے محلات تھے ان کے بعد سرکاری دفاتر کی حسب ذیل عمارتیں تھیں، (۱) بیت المال (۲) اسلحہ خانہ (۳) دفتر مراسلات (۴) دیوان الخاتم (جہاں شاہی فرامین پر مہر لگتی تھی) (۵) دیوان الحوائج (شاہی ضروریات کا سامان) (۶) دیوان الاخشام (شاہی خدام کے امور کا محکمہ) (۷) دیوان النفقات (سرکاری اخراجات جاری کرنے اور ان کا ریکارڈ رکھنے کا محکمہ) (۸) مطبخ عامہ (سرکاری عمومی کینٹین)............ان عمارتوں کے بعد ارا کین حکومت کے محلات ومکانات تھے، آخر میں عام آبادی اور بازار تھے ہر طبقہ اور ہر پیشہ والوں کے الگ الگ محلے تھے، ہر چیز کے بازار جدا جدا

تھے، پورے شہر میں بڑی بڑی شاہراہیں تھیں جن کی چوڑائی پچاس پچاس گز، اور چھوٹی سڑکیں اور گلیاں تھیں جن کی چوڑائی سولہ سولہ گز تھی اور سڑکوں کے کنارے نہریں جاری تھیں، ان شاہراہوں، سڑکوں اور نہروں کا پورے شہر میں جال بچھا ہوا تھا، شہر کے گرد دوہری پتھر کی بنی فصیل (شہر کے اردا گرد حفاظتی دیوار) تھی اس کا نچلا حصہ نوے گز اور بالائی حصہ پچیس گز چوڑا تھا، اونچائی ساٹھ گز تھی، بیرونی فصیل کے اوپر بڑے بڑے برج (مورچے، پہرے کے لئے جھروکے) تھے، اس فصیل میں چاروں طرف چار بلند پھاٹک (ڈیوڑھیاں) تھے جن کی اونچائی اتنی تھی کہ گھوڑا سوار علم (جھنڈا) اٹھائے گزر سکتا تھا، ان پھاٹکوں کے دروازے اتنے وزنی تھے کہ پوری ایک جماعت مل کر ہی ان کو جنبش دے سکتی تھی، شہر کے باہر نہر کے کنارے باغات کا سلسلہ تھا، جن کی سرسبزی وشادابی اور میووں کی کثرت وفراوانی احاطہ تحریر سے باہر ہے، مختلف امراء نے شہر کے اندر بھی بعض بڑے بڑے عظیم الشان باغات لگوائے تھے جن کی تفصیلات تاریخ میں مذکور ہیں، مختلف خلفاء یکے بعد دیگرے شہر کی رونق باغات، محلات، دیگر تعمیرات، آرائش وزیبائش، آرٹ اور فنون لطیفہ کی بے شمار کرشمہ سازیوں کی شکل میں بڑھاتے رہے۔ آرٹ اور فنون لطیفہ کے یگانہ روزگار ماہرین بغداد میں جمع تھے، ہارون الرشید اور اس کے بعد مامون الرشید کا دور خاص طور پر بغداد کی تہذیب وتمدن کے عروج کا دور تھا، کتب تاریخ میں بغداد کی وسعت ورونق اور اس کی آبادی کی کثرت کے قصے بظاہر مبالغہ آمیز معلوم ہوتے ہیں لیکن درحقیقت ان میں کوئی مبالغہ نہیں، اس لئے کہ جس طرح مذکورہ تفصیل میں خلیفہ منصور کے بنائے ہوئے بغداد کا حال مذکور ہے، منصور کے بعد کے خلفاء نے بھی اپنے بڑوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے ذوق کی تسکین کے لئے بغداد کے متصل بغداد ہی کے طرز پر نئے نئے شہر اور آبادیاں بسائیں، جیسے کرخ، رصافہ، سامراء وغیرہ، ان میں سے ہر ایک بغداد کی طرح ایک مستقل شہر تھا لیکن بغداد کے متصل ہونے کی وجہ سے یہ سب شہر بغداد کے ایک ایک محلے کی حیثیت رکھتے تھے، اسی سے بعض مورخین اور سیاحوں کے اس بیان کی تصدیق ہوجاتی ہے کہ بغداد کا ایک ایک محلّہ شام وغیرہ ممالک کے بڑے سے بڑے شہر سے بھی بڑا ہے اور یہ کہ بغداد سے نکل کر ساری دنیا دیہات معلوم ہوتی ہے اور یہ کہ جس نے بغداد نہیں دیکھا اس نے دنیا نہیں دیکھی جو کہ اس زمانے میں زبان زد عام مقولہ تھا، بغداد کی آبادی اور تعمیرات مختلف زمانوں میں مختلف حالات، انقلابات وحوادثات کی بناء پر گھٹتی بڑھتی رہی ہے۔ تاریخ میں بغداد کی مختلف چیزوں اور تعمیرات کے اعداد وشمار بھی مذکور ہیں۔ بغداد کے دو حصے تھے مشرقی اور مغربی۔ مغربی جانب

کی سڑکوں اور گلیوں کی تعداد چھ ہزار اور مشرقی سمت کی چار ہزار تھی۔ مسجدوں کی تعداد تیس ہزار، حماموں کی تعداد مقتدر باللہ کے زمانہ میں سترہ ہزار تھی، دریائے دجلہ پر متعدد پل تھے اس کے باوجود مشرقی و مغربی دونوں سمتوں میں آمدورفت کے لئے تین ہزار کشتیاں چلتی تھیں اور ملاحوں کی آمدنی نوے ہزار درہم روزانہ تھی، بغداد کے شاہی محلات اور ایوانوں کی حسن وخوبی اور بناوٹ وسجاوٹ کی جو ہوشربا داستانیں بعض مورخین نے نقل کی ہیں اس کی تفصیلات کے لئے تو دفتر درکار ہیں۔ بس یوں سمجھئے کہ شداد کی جنت ارضی کے جو عجیب وغریب قصے بعض قصہ گو لکھاریوں نے لکھے ہیں اور کم علم واعظین نے ان سے اڑائے ہیں شائد انہی محلات کو دیکھ کر گھڑے گئے ہوں یا یہ کہ اسرائیلی روایات کے ان قصوں کو سن کر ان محلات کی شکل میں ان میں حقیقت کا رنگ بھرا گیا ہو۔ واللہ اعلم۔ یعقوبی نے لکھا ہے: یہاں خشکی وتری دونوں راستوں سے نہایت آسانی کے ساتھ ہر طرح کا تجارتی سامان آتا ہے اور ہندوستان، سندھ، چین، تبت، ترک، حبشہ وغیرہ مشرق ومغرب کے تمام اسلامی اور غیر اسلامی ملکوں کا سامان ان کی پیداوار اور مصنوعات جس کثرت اور سہولت کے ساتھ یہاں ملتی ہیں اتنی سہولت سے خود ان ملکوں میں بھی نہیں ملتیں، ساری روئے زمین کی پیداوار کھنچ کھنچ کر یہاں آتی ہے، سارے عالم کی برکتیں اس پر تمام ہوگئی ہیں ...... منطقہ معتدلہ میں واقع ہونے کی وجہ سے یہاں کی آب وہوا معتدل، پانی شیرین، زمین زرخیز، کھیتیاں اور باغات سرسبز وشاداب ہیں جس کی وجہ سے یہاں کے باشندوں کے اخلاق پسندیدہ۔ چہرے شاداب اور ذہن تیز ورسا ہوتے ہیں اور وہ عقل ودانش، فہم وذکا، علم وادب، ژرف نگاری، قوت امتیاز اور تجارت وصنعت وغیرہ میں ساری دنیا میں فائق اور ہر فن اور ہر پیشہ کے ماہر ہوتے ہیں، یہاں کے عالموں سے بڑھ کر فاضل، یہاں کے راویوں سے بڑھ کر راوی، یہاں کے متکلموں سے زیادہ مناظر، یہاں کے نحویوں سے زیادہ صحیح الاعراب، یہاں کے قاریوں سے زیادہ صحیح القرأت، یہاں کے طبیبوں سے زیادہ حاذق، یہاں کے گویّوں سے زیادہ مغنی، یہاں کے صنّاع وکاریگروں سے زیادہ چابک دست، یہاں کے کاتبوں سے زیادہ ادیب وخوش نویس، یہاں کے منطقیوں سے زیادہ لسّان اور چرب زبان، یہاں کے عابدوں سے بڑے عابد، یہاں کے زاہدوں سے بڑے متورع، یہاں کے قاضیوں سے زیادہ فقیہ، یہاں کے خطیبوں سے زیادہ زبان آور، یہاں کے شاعروں سے بڑے سخنور، حتی کہ یہاں کے رند اور اوباشوں سے بڑھ کر جری اور بے باک کہیں کے رند نہیں، ہر ہر فن کے لوگ اپنے اپنے فن میں طاق اور یگانہ ہیں (کتاب البلدان) (جاری ہے......)

طب وصحت حکیم محمد فیضان

طبی معلومات ومشوروں کا مستقل سلسلہ

سگریٹ نوشی (Smoking)

پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن کے مطابق روزانہ تقریباً 56 کروڑ روپے سگریٹ کے دھوئیں میں اڑا دیئے جاتے ہیں۔ایک محتاط اندازہ کے مطابق ہمارے ملک میں 34 فیصد مرد اور 12.5 فیصد عورتیں تمباکو نوشی کا شکار ہیں۔خواہ (سگریٹ، بیڑی، حقہ، تمباکو والے پان، گٹکھا، نسوار) وغیرہ کسی بھی شکل میں ہو۔مردوں میں 90 فیصد اور عورتوں میں 79 فیصد پھیپڑوں کے کینسر کی وجہ سگریٹ نوشی ہوتی ہے۔تمباکو کا دھواں زہر بھرا ہوتا ہے جو دل کی نازک رگوں کو نقصان پہنچاتا ہے اسکے علاوہ سانس کی بیماریاں، ہائی بلڈ پریشر، ہارٹ اٹیک، مردانہ کمزوری، اور دیگر کئی مہلک اور خطرناک امراض کو سگریٹ نوشی جنم دیتی ہے۔ طبی ماہرین کی رائے کے مطابق ایک سگریٹ انسان کی زندگی کے 12 منٹ کم کر دیتی ہے اور دنیا بھر میں سالانہ تقریباً 50 لاکھ سے بھی زیادہ افراد تمباکو نوشی کے سبب لقمۂ اجل بن جاتے ہیں۔سگریٹ نوشی کے فروغ میں اس کی تشہیر کا بھی بہت دخل ہے کیونکہ سگریٹ کے اشتہارات میں اس ضرر رساں عادت کو خوبی کے طور پر دکھایا جاتا ہے، ان اشتہارات میں سگریٹ پینے والے لوگوں کو بہت بہادر، غیر معمولی ذہانت کا مالک، بے پناہ صلاحیتوں کا حامل، طاقتور اور ہیرو بنا کر پیش کیا جاتا ہے، جس سے کم عمر بچوں اور نوجوانوں میں سگریٹ نوشی کا شوق اور رغبت بڑھتی ہے۔جدید تحقیق کے مطابق پاکستان میں سالانہ تقریباً ایک لاکھ افراد تمباکو نوشی کے سبب ہلاک ہو جاتے ہیں۔تمباکو نوشی نہ صرف خود اپنے آپ کو بلکہ ساتھ بیٹھے دوسرے افراد (جن میں بالخصوص معصوم بچے اور عورتیں شامل ہیں) کو نقصان پہچاتی ہے، کیونکہ عام طور پر ہمارے یہاں تمباکو نوشی کرنے والے افراد خصوصاً مرد حضرات گھروں میں درمیان میں بیٹھ کر اور دوران سفر ٹرینوں اور بسوں میں، سڑکوں، بازاروں میں، ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ، تفریحی مقامات پارکوں وغیرہ میں بیٹھ کر سگریٹ نوشی کرتے ہیں، اور اگر ان کو سگریٹ بجھانے کو کہا جائے تو اسے اپنی توہین اور بے عزتی سمجھتے ہیں۔جب کہ ایسے مقامات پر سگریٹ نوشی کو قانونی طور پر بھی ممنوع قرار دیا جا چکا ہے، مگر ہمارے یہاں عملاً اس قانون کا نفاذ ممکن نہ ہو سکا بلکہ یہ صرف قانون کی کتابوں کی زینت بن کر رہ گیا ہے۔تمباکو کی تاریخ

روئے زمین پر 8000 ہزار سال پرانی بتائی جاتی ہے۔ایک تحقیق سے پتہ چلتا ہے 8000 سال پہلے زمین پر تمباکو کی کاشت ہوئی۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ تمباکو کی کاشت امریکہ کے اردگرد 6000 سال قبل مسیح میں شروع ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ سینٹرل امریکہ کے ایک شہر میں سب سے پہلے تمباکو کا استعمال ہوا۔اس زمانے میں تمباکو کے پتوں کو زخموں کو سکھانے کے لئے اور درد کم کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔1492ء میں کرسٹوفر کولمبس پہلا آدمی بتایا جاتا ہے کہ جس نے امریکہ کے باہر تمباکو دیکھا۔یورپ میں ''جیریز'' اور ''لوٹس'' نے پہلی بار تمباکو اپنی اصلی صورت میں، چائے، کافی، چینی اور چاکلیٹ، میں قابل استعمال بنایا۔ 1693ء میں انگریزی پارلیمنٹ میں تمباکو پر پابندی کی آوازیں شروع ہوئی۔1700ء میں کنگ جارج سوئم کی بیوی نے سگریٹ نوشی کے لئے کافی شہرت پائی۔1900ء کی صدی کے آخر میں امریکہ میں تمباکو نوشی پر پابندی کی تحریک شروع ہوئی اور تمباکو کی بنی ہوئی اشیاء کو زہر (poison) کے نام سے موسوم کیا گیا۔ بیسویں صدی کے شروع میں سگریٹ نوشی برطانیہ کا فیشن ہی نہیں بلکہ جزو بن گیا۔اور اسکے بعد تو رفتہ رفتہ پوری دنیا کو تمباکو نوشی نے اپنی لپیٹ میں لے لیا، اب تمباکو دنیا بھر کے 120 سے زائد ممالک میں پیدا ہوتا ہے اور دنیا میں کوئی بھی ایسا ملک نہیں جہاں تمباکو نوشی زندگی کا حصہ نہ بن چکی ہو۔اٹلی کے تحقیق دانوں نے ایک جدید کار کے انجن سے نکلنے والے سلفر دھوئیں کا مقابلہ سگریٹ کے دھوئیں سے کیا تو تین دھواں چھوڑتی سگریٹوں نے کار کے مقابلے میں 10 گنا سے زائد آلودگی کے اثرات فضا میں چھوڑے۔ سگریٹ کے دھوئیں میں شامل بے شمار کیمیکل سانس کے ذریعے انسانی جسم میں داخل ہوجاتے ہیں، جو کہ کینسر جیسے موذی اور خطرناک امراض کی بنیاد ڈالتے ہیں۔سگریٹ کے دھوئیں میں کاربن مونو آکسائیڈ (Carbon Monoxide) تار (Tar) اور نیکوٹین (Nicotine) وغیرہ شامل ہیں۔کاربن مونو آکسائیڈ دراصل ایک بے رنگ اور دھوئیں والی زہریلی گیس ہے جو تمباکو کے جلنے سے خارج ہوتی ہے اور تمباکو کے دھوئیں کے ساتھ سگریٹ پینے والے کے جسم میں داخل ہوجاتی ہے، پھر یہ خون کے ذریعہ دل کو پہنچنے والی آکسیجن کی مقدار کو کم کر دیتی ہے، اسی وجہ سے جب کوئی سگریٹ پیتا ہے تو اس کے دل کو کام بھی زیادہ کرنا پڑتا ہے اور دل کو آکسیجن بھی کم ملتی ہے۔ یہ گیس گاڑیوں کے سائیلینسر پائپ سے بھی نکلتی ہے، اگر یہ زیادہ مقدار میں سانس میں شامل ہوجائے تو سانس میں گھٹن اور دل کی دھڑکن میں اضافہ کا سبب بنتی ہے تمباکو میں شامل نکوٹین ایک ایسا زہر ہے جسے استعمال کرنے سے اس کی عادت پڑ جاتی ہے، یہ دل کی

دھڑکن کو تیز کر دیتی ہے اور عارضی طور پر فشار خون (بلڈ پریشر) کو بڑھا دیتی ہے، اس سے خون جم جانے اور خون میں سدے یا پھٹکیاں پڑ جانے کا بھی خطرہ ہوتا ہے۔ اگر آپ سگریٹ پینے کے عادی ہیں تو اس بات کا امکان موجود ہے کہ آپ کی زندگی آپ کی ریٹائرمنٹ سے پہلے ہی آپ کو دھوکہ دے جائے کیونکہ ایک دن میں 20 سے زیادہ سگریٹ پینے والے 40 فی صد لوگ ریٹائرمنٹ کی عمر سے پہلے ہی اس دار فانی سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ تمباکو نوشی ترقی پزیر ممالک کی غریب معیشتوں پر ایک بھاری بوجھ ہونے کے ساتھ ساتھ گھریلو بجٹ پر بھی بوجھ کا باعث بنا ہوا ہے۔ اگر اس رقم کو بچایا جائے تو دوسری کئی بنیادی ضروریات مثلاً خوراک، لباس، تعلیم، وغیرہ کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے کیونکہ سگریٹ کی قیمت اوسط آمدنی سے خاصی زیادہ ہے۔ اس وقت پاکستان میں 48 ملین لوگ انتہائی غربت کی زندگی گزار رہے ہیں تمباکو نوشی کے مضر اثرات سگریٹ نوش (Smoker) کے علاوہ اس کے گھر والوں پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں

سگریٹ نوشی چھوڑنے کے فائدے (1) آپ کا دل اور آپ کے پھیپھڑے صحت مند رہیں گے کینسر اور دل کی بیماریاں، بلڈ پریشر، زیادہ ہونے کا خطرہ بھی کم ہو جائے گا (2) آپ کی نظر میں خود آپ کا وقار بلند ہوگا، آپ میں خود اعتمادی بڑھے گی، ایسا محسوس ہوگا کہ آپ تر و تازہ ہو گئے ہیں (3) آپ کے منہ کی بدبو ختم ہوگی، اور منہ کا ذائقہ بہتر ہو جائے گا آپ کو کھانے میں زیادہ مزہ آنے لگے گا (4) آپ کی صحت پہلے سے بہت بہتر ہو جائے گی، سگریٹ نوشی ترک کرنے کے اور فوائد بھی آپ کو محسوس ہوں گے۔

سگریٹ نوشی کے چار بڑے نقصانات ہیں (1) تمباکو نوشی وقت اور پیسے کے ضیاع کا ذریعہ ہے جو کہ اسراف میں داخل ہے (2) سگریٹ نوش خود اس سے بری طرح متاثر ہوتا ہے (3) سگریٹ نوشی کے مضر اثرات ساتھ بیٹھنے والوں کو متاثر کرتے ہیں (4) اس کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات کی نافرمانی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ **وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ** کہ ”اپنے آپکو ہلاکت میں نہ ڈالو“ تمباکو نوشی ترک کرنے کے لئے صرف پکے ارادے صبر اور ہمت کی ضرورت ہے آپ عہد کریں کہ تمباکو نوشی نہیں کریں گے اور اس پر ثابت قدم رہیں تو انشا اللہ اس سے نجات حاصل ہو جائے گی۔ یورپ میں ایک کروڑ سے بھی زیادہ لوگوں نے سگریٹ پینا چھوڑ دیا ہے، ان میں زیادہ تعداد ان لوگوں کی ہے جنہوں نے صرف پکے ارادے سے کام لیا ہے۔ .واللہ اعلم

Emale. faizankhanthanvi@hotmail.com

اخبارِ ادارہ مولانا محمد امجد

ادارہ کے شب وروز

❑...... بدھ یکم/۸/۲۳/۲۹ رجب کو طلبۂ کرام کے لئے حسب معمول ہفتہ وار اصلاحی مجلسیں ہوتی رہیں، ۱۵ رجب کو بعض تعمیراتی کاموں میں مشغولیت کی وجہ سے یہ مجلس نہ ہوسکی۔

❑...... بدھ ۱۵/۲۹ رجب کو پندرہ روزہ فقہی نشستیں ہوئیں، ۲۹ رجب کی نشست میں مولانا محمد زاہد صاحب نائب مہتمم جامعہ امدادیہ فیصل آباد بھی شریک ہوئے، آپ کراچی سے واپسی پر ایک اجلاس میں شرکت کی غرض سے اسی شام ہی اسلام آباد پہنچے تھے، حضرت مدیر کی دعوت پر مختصر وقت کے لئے ادارہ تشریف لائے۔

❑...... بدھ ۸ رجب کو قاری محمد زاہد صاحب مدرس شعبہ حفظ کی مستقل رخصت عمل میں آئی۔

❑...... بدھ ۱۵ رجب کو مولانا قاری فضل الحکیم صاحب شعبہ حفظ کے نئے مدرس کی حیثیت سے تشریف لائے۔

❑...... جمعرات ۲/۹/۱۶/۲۳/۳۰ رجب کو حسب معمول بزم ادب کی ہفتہ وار نشستیں منعقد ہوئیں۔ ۹ رجب کی نشست شعبہ کتب کے نصاب کی تکمیل کے سلسلے میں خصوصی تھی، جس میں طلبۂ کرام نے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا فارسی کلام، حمد ونعت، قرأت اور قرآن کے آخری حصے کی ترتیل کے ساتھ تلاوت کی، حضرت مدیر اس موقعہ پر خاص طور پر مدعو تھے، اس تقریب میں ناظم ادارہ جناب فیضان صاحب، مفتی محمد یونس صاحب، مولوی سعید افضل صاحب، مولوی طاہر محمود قریشی صاحب کے بیانات ہوئے، اختتامی دعا حضرت مدیر کی نیابت میں مولوی محمد انس رضوان صاحب نے فرمائی۔ تقریب کے اختتام پر طلبہ شعبہ کتب کی طرف سے عصرانہ کا انتظام تھا، جس میں سب حضرات شریک ہوئے۔

❑...... جمعرات ۲۳ رجب کو جناب محمد ندیم صاحب ولد خواجہ شیخ محمد امین صاحب کا وصال ہوا، تقریباً ڈیڑھ ماہ قبل ان کے چھوٹے بھائی حافظ عبدالمتین صاحب کا وصال ہوا تھا، دونوں بھائی ادارہ غفران کے خوشہ چین اور حضرت مدیر دامت برکاتہم کے متوسلین میں سے تھے، ذہنی توازن میں کسی قدر اختلال کا شکار تھے، اللہ تعالیٰ دونوں کو غریق رحمت فرمائے۔

❑...... جمعرات ۳۰ رجب مولوی سعید افضل صاحب اور مولوی محمد امجد صاحب نے مدرسہ عائشہ للبنات اسلام آباد کا نصابی ومطالعاتی دورہ کیا۔

❑...... جمعہ ۳/۱۰/۱۷/۲۴ رجب اور یکم شعبان کو مساجد ثلاثہ میں حسب معمول وعظ اور دینی مسائل کی نشستیں منعقد ہوتی رہیں۔

Idara Ghufran

❏......ہفتہ ۲۵ رجب کو آریہ محلّہ مدرسۃ البنات میں خواتین کے لئے مولوی محمد امجد صاحب کا اصلاحی بیان ہوا۔

❏......اتوار ۵/۱۲/۱۹/۲۶ رجب اور ۳ شعبان بعد عصر حسب معمول ہفتہ وار اصلاحی مجلس ملفوظات منعقد ہوتی رہی۔

❏......اتوار ۱۲/ رجب بعد مغرب یوم والدین کا جلسہ ہوا جس میں حضرت مدیر دامت برکاتہم کا وعظ ہوا۔

❏......اتوار ۱۹/ رجب صبح دس بجے ماہانہ درس قرآن برائے خواتین کی نشست ہوئی، مفتی محمد یونس صاحب نے درس دیا۔

❏......سوموار ۲۷/ رجب کو مولوی محمد امجد صاحب کے گھر بچے کی ولادت ہوئی، محمد عشرت امجد نام تجویز ہوا، والد مولانا محمد امجد صاحب نے اس دعائیہ جملے سے سن ولادت نکالی ''اِجْعَلْهُ رَبِّيْ رَضِيًّا بِجَاهِ نَبِيِّكَ + ۱۴۲۵ھ'' اور نیک فال کے طور پر یہ شعر موزوں کیا ؎ جواں بخت نیک طالع ارجمند در یکتا سعد زمن دل پسند

❏......منگل ۷/۲۱/۲۸/ رجب کو حسب معمول ہفتہ وار اصلاحی مجالس برائے اراکین واساتذہ منعقد ہوتی رہیں، ۱۴/ رجب کو تعمیری کاموں میں مصروفیت کی وجہ سے یہ نشست نہ ہوسکی۔

❏......شعبان کے پہلے ہفتے میں غیر وفاقی طلبہ کے امتحانات شروع ہوگئے، اور وفاقی درجات کے طلبہ بھی اس ہفتہ منعقد ہونے والے وفاق المدارس العربیہ کے امتحانات میں شریک ہیں۔

❏......ماہ رجب میں ادارہ میں متفرق تعمیری کام جاری رہے۔

(**بقیہ: ''اخبارِ عالم'' متعلقہ صفحہ ۸۷**) ✍ **18 ستمبر**: عراق: 2 فدائی حملوں میں 14 ہلاک، بمباری سے 83 شہید ★ اقوام متحدہ نے افغانستان کے لئے عالمی فوج کی مدت تعیناتی میں ایک سال کی توسیع کردی ✍ **19 ستمبر**: کہوٹہ: مری اور پشاور میں ٹریفک حادثات 30 جاں بحق 50 زخمی ★ امریکی مظالم سہنے کے بعد گوانتاناموبے سے 35 پاکستانی رہا یہ لوگ دہشت گرد نہیں، بریگیڈئر چیمہ ★ غیر قانونی بھرتیاں کیس: سابق سپیکر یوسف رضا گیلانی کو 10 سال قید، 10 کروڑ جرمانہ ✍ **20 ستمبر**: یورینیم کی افزودگی: پابندی قبول کریں گے نہ ایٹمی تنصیبات کے معائنے کی اجازت دیں گے، ایران ★ کراچی میں خیمہ بستی پر چھاپہ القاعدہ سے تعلق کے شبہ میں 5 غیر ملکی گرفتار ✍ **21 ستمبر**: مقبوضہ کشمیر میں بھارتی فوج دہشت گردی کررہی ہے، ٹونی بلیئر ★ عراق: بغداد میں 2 عالم دین شہید، 18 عراقی نیشنل گارڈ زرہا ✍ **22 ستمبر**: ایران میں یورینیم کی افزودگی شروع کردی، ایٹمی پروگرام جاری رہے گا۔ صدر خاتمی ★ عراقیوں کا قتل عام اور قیدیوں سے بدسلوکی قابل مذمت ہے، کوفی عنان ★ مسلمانوں کو درپیش مسائل حل نہ ہوئے تو امریکہ دہشت گردی کے خلاف جنگ ہار سکتا ہے ★ رکن قومی اسمبلی مولانا عنایت الرحمٰن انتقال کرگئے۔

اخبارِ عالم

ابوجویریہ

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

25 اگست: عراقی مقدس مقامات کی بے حرمتی کے خلاف سینٹ میں متفقہ قرارداد مذمت منظور ★ افغانستان: حامد کرزئی کی طالبان کو مذاکرات کی دعوت **26 اگست**: روس میں 2 مسافر طیارے تباہ، 94 افراد ہلاک، حادثہ نہیں دہشت گردی ہے۔ روسی حکام ★ چوہدری شجاعت مستعفی، کابینہ تحلیل **27 اگست**: عراق: کوفہ میں مساجد پر حملے 74 شہید 376 زخمی ★ مقتدیٰ سے مذاکرات کامیاب امریکی فوجیں نجف سے پسپا **28 اگست**: متحدہ اپوزیشن کا بائیکاٹ، شوکت عزیز 191 ووٹ لے کر وزیراعظم منتخب ★ عراق میں یرغمال اطالوی صحافی قتل، ویڈیو ٹیپ نشر کر دی گئی ★ عراق: ڈرائیوروں کی بازیابی کے لئے کویتی کمپنی کام بند کرنے پر رضامند ★ تھائی لینڈ نے عراق سے اپنی فوجیں واپس بلالیں **29 اگست**: شوکت عزیز نے وزارت عظمیٰ کا حلف اٹھالیا، قومی اسمبلی نے اعتماد کا ووٹ دے دیا **30 اگست**: امریکہ: نیویارک میں اڑھائی لاکھ امریکیوں کا بش کی پالیسیوں کے خلاف مظاہرہ **31 اگست**: بلوچستان میں مسلح افراد کی فائرنگ، 3 سیکورٹی اہل کار جاں بحق ★ بنوں میں سرکاری اہداف پر حملے 6 افراد زخمی، یہ غیر معمولی واقعہ نہیں، شوکت سلطان ★ قرضوں کی لعنت سے جلد جان چھڑا لیں گے، شوکت عزیز کی صدر مشرف سے پہلی ملاقات میں یقین دہانی **یکم ستمبر**: اسرائیل میں 2 فدائی حملے، 18 یہودی ہلاک 100 سے زائد زخمی ★ نئی کابینہ تشکیل دے دی گئی، وزراء آج حلف اٹھائیں گے، 70 فیصد وزراء کے محکمے تبدیل، پیپلز پارٹی کے 4، ایم کیو ایم کے 2، اور فاٹا کے 2 ارکان شامل ہیں، وزراء دو روز بعد حلف اٹھائیں گے، صدر پرویز اور وزیراعظم شوکت عزیز اور چودھری شجاعت نے کابینہ کی منظوری دے دی ★ پاکستان نے 36، بھارت نے 19 قیدی رہا کر دیے، واہگہ سرحد پر قیدیوں کا تبادلہ **2 ستمبر**: روس: چیچن مجاہدین کا سکول پر قبضہ، 400 افراد یرغمال، 15 روسی فوجی ہلاک ★ وفاقی کابینہ تشکیل دے دی گئی، 20 پرانے، 12 نئے وزراء نے حلف اٹھالیا ★ کوئٹہ: القاعدہ کا مبینہ رہنما شریف المصری 2 ساتھیوں سمیت گرفتار ★ نیپال: کھٹمنڈو میں مسلمانوں پر حملے، 10 شہید، مسجد جلا دی گئی ★ پاک فضائیہ کے طیارے کا ساؤنڈ بیریئر توڑنے سے زبردست دھماکہ، جڑواں شہروں میں زبردست خوف وہراس **3 ستمبر**: وفاقی وزراء کے محکموں کا اعلان،

آفتاب شیر پاؤ وزیر داخلہ، جاوید قاضی وزیر تعلیم ہوں گے ✍ **4 ستمبر:** روسی کمانڈو ایکشن ،200 یرغمالی ہلاک، 704 زخمی ★ آئندہ کسی مدرسے پر چھاپہ نہیں مارا جائے گا، حکومت کا اعلان ★ امریکہ گوانتا ناموبے سے پاکستانیوں کی رہائی پر رضامند ✍ **5 ستمبر:** روس میں ہلاک ہونے والے یرغمالیوں کی تعداد 340 ہوگئی ★ کابینہ کی تشکیل کا دوسرا مرحلہ، 1 وزیر، 26 وزرائے مملکت نے حلف اٹھالیا، اپوزیشن کے الزامات کا جواب ''کام'' سے دیں گے، شوکت عزیز ✍ **6 ستمبر:** پاک بھارت مذاکرات کا پہلہ دور، کشمیر سمیت 8 نکات پر تبادلہ خیال ★ پرویز الٰہی متحدہ مسلم لیگ پنجاب کے بلامقابلہ صدر منتخب ✍ **7 ستمبر:** 2 روزہ وزرائے خارجہ بات چیت ختم، پاک بھارت مذاکرات آگے بڑھانے پر اتفاق ★ وانا: شکئی میں بم ناکارہ بناتے ہوئے پھٹ گیا، 3 سیکورٹی اہلکاروں سمیت 4 جاں بحق ✍ **8 ستمبر:** بغداد میں گھمسان جنگ ،19 امریکی ہلاک، فلوجہ پر بمباری، 140 شہید ★ چھاپے ماریں گے نہ مدارس میں مداخلت کریں گے، صدر پرویز مشرف ✍ **9 ستمبر:** پاک بھارت اعتماد کی بحالی کے لئے 13 نکاتی اعلامیہ جاری ✍ **10 ستمبر:** وانا پر جنگی طیاروں کی بمباری، 83 جاں بحق ★ انڈونیشیا: آسٹریلوی سفارتخانے کے باہر فدائی حملہ، 15 ہلاک 182 سے زائد زخمی ★ سٹیل ملز ریفرنس: لاہور ہائیکورٹ نے آصف زرداری کو بری کردیا ✍ **11 ستمبر:** وانا میں شدید لڑائی ، 7 فوجی ، 10 مشتبہ افراد جاں بحق ★ اے آر ڈی کا 17 ویں ترمیم کے خلاف بھرپور جدوجہد کا اعلان ✍ **12 ستمبر:** پنجاب بلوچستان سرحدی گاؤں: رینجرز اور قبائلیوں میں تصادم 3 خواتین سمیت 5 اہلکار جاں بحق ✍ **13 ستمبر:** عراق: فائرنگ اور جھڑپوں میں 47 عراقی شہید، پولینڈ کے 3 فوجیوں سمیت 12 پولیس اہلکار ہلاک ★ افغانستان نے مزید 368 پاکستانی رہا کردیے، آج پشاور پہنچیں گے ★ جماعۃ الدعوۃ کے رہنما مولانا ابراہیم سلفی کو لاہور میں قتل کردیا گیا ✍ **14 ستمبر:** پنجاب اسمبلی: صدر کی وردی کی حمایت میں قرارداد منظور، اپوزیشن کا احتجاجاً واک آؤٹ ✍ **15 ستمبر:** جوہری مواد کی منتقلی پر 14 برس قید 50 لاکھ جرمانہ، اثاثے بھی ضبط کئے جائیں گے ✍ **16 ستمبر:** صدر مشرف وردی نہیں اتاریں گے۔ شیخ رشید کا اعلان ★ پنجاب اسمبلی کی قرارداد غیر آئینی ہے۔ سرحد اسمبلی میں صدر کی وردی کے خلاف قرارداد منظور۔ اپوزیشن دو حصوں میں تقسیم ✍ **17 ستمبر:** افغانستان: گردیز، کرزئی کے ہیلی کوپٹر پر میزائل حملہ دورہ منسوخ لینڈنگ کے فوراً بعد کابل واپسی ★ عالمی امن کے فروغ کے لئے بین المذاہب مذاکرہ ضروری ہے۔ مفتی محمد تقی عثمانی ★ پاک فوج کے متوازی کسی لشکر سپاہ یا جیش کو برداشت نہیں کریں گے۔ صدر پرویز مشرف

(بقیہ صفحہ ۸۵ پر ملاحظہ فرمائیں)

Iqra Ghufran